ماہنامہ محدث بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی — **مولانا عبدالمتین مدنی**

عدد مسلسل: ۳۲۷

جلد: ۲۹ ، شمارہ: ۳

ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

مارچ ۲۰۱۱ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالسلام مدنی	۴
۳-افتتاحیہ	مدیر	۵
۴-دارالحدیث رحمانیہ دہلی......	مولانا اسعد اعظمی	۷
۵-کرو مہربانی تم اہل زمیں پر	مولانا عبدالمتین مدنی	۱۰
۶-سنن ابن ماجہ کی شروح میں ایک..	عبدالرشید عراقی	۱۳
۷-بدھ مت	مولانا محمد مستقیم سلفی	۲۰
۸-اسناد حدیث کی اہمیت	سعید الرحمٰن عبدالمجید	۲۳
۹-اصلاح معاشرہ میں مساجد کا کردار	عبدالواحد محمد لقمان سلفی	۲۷
۱۰-نکاح سے متعلق باطل وموضوع ..	ابوالبیان رفعت سلفی	۲۹
۱۱-خوشحال ازدواجی زندگی کے......	حافظ عبدالرحمٰن سلفی	۳۴
۱۲-مہنگائی اور اس کا علاج......	حسن البنا عبدالغفور	۳۸
۱۳-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۵
۱۴-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۶
۱۵-باب الفتاوی	مولانا نور الہدی سلفی	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپے

مراسلت کا پتہ

دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

صلح کرانے کا طریقہ

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورہ حجرات:۹-۱۰)

اور اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں لڑائی جھگڑا کریں تو ان میں صلح کرا دیا کرو، اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس جماعت سے جو زیادتی کر رہا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ (زیادتی کرنے والا اللہ کے حکم کی طرف) لوٹ آئے تو تم ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کراؤ، اور (یاد رکھو) انصاف کرنا، بیشک اللہ انصاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے، بیشک مومنین (سب) بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انصر أخاك ظالما أو مظلوما" کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ہم ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے روکو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔ (صحیح بخاری:۶۵۵۲)

مسلم معاشرہ میں بہت سی خرابیاں اس وجہ سے بڑھ رہی ہیں کہ ہم نے بہت سی اسلامی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے، قرآن اور حدیث سے یہ واضح ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، لڑائی جھگڑا، جنگ وقتال یا ظلم وزیادتی سے ان کا یہ رشتہ ختم نہیں ہوتا، بہت سے لوگ لڑائی جھگڑا کی وجہ سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، یا کسی کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے اس کو مسلمان گروہ سے ہی الگ کر دیتے ہیں، یہ اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مومنین کے لفظ سے خطاب کر کے یہ واضح کر دیا کہ لڑائی وجنگ کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتے، اور مسلمان ان کے حق میں اپنے فریضہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمانا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو اور ظالم کا لفظ پہلے کہا کہ ظالم ہو یا مظلوم ہر حال میں اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ یہ اسلامی اخوت کی بنیاد ہے، آج ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے، بھائی بھائی میں برائی ہے، خاندان خاندان میں برائیاں ہیں، ہم کو ان سے مطلب نہیں، ہم کو اپنے کام سے فرصت نہیں، کون ان جھگڑوں میں پڑے...... یہ مزاج بن چکا ہے۔

اگر کوئی ان میں پڑتا ہے تو گروہ بندی ہونے لگتی ہے، رشتہ والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو اپنے کا ساتھ دینا ہے اور اس کے ساتھ لڑائی میں مدد کرنا اپنا خاندانی یا رشتہ داری کا فریضہ سمجھتے ہیں اور اس فرمان نبوی کو بھول جاتے ہیں جس میں ظالم کو پہلے بھائی کہا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے صلح کے جو اصول بتائے ہیں ان میں پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں، اگر جھگڑا دیکھو تو صلح کرادو، اگر ایک گروہ کی زیادتی نظر آئے تو اس زیادتی وظلم کو پہلے روکو چاہے اس سے لڑائی کرنا پڑے، ظلم وزیادتی اسی وقت معلوم ہوسکتی ہے جب صلح کرانے والا دونوں فریق کی بات جانے، بغیر دونوں فریق کی بات سنے یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ کون ظالم ہے، صلح کرانے والے کو دونوں فریق کی بات سن کر ہی فیصلہ کرنا چاہئے، چاہے وہ سچ کہہ رہا ہو یا جھوٹ، دل کی بات جاننے والا اللہ ہے اور بروز قیامت سب کا حساب چکائے گا۔

ظلم وزیادتی روکنے کے بعد فیصلہ کرنے میں انصاف اور عدل کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے، اللہ تعالی نے فرمایا:
﴿ولا يجرمنكم شنآن قوم على أن لا تعدلوا – سورہ مائدہ:۸﴾ کسی قوم سے بغض تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف سے ہٹ جاؤ (چاہے دوست ہو یا دشمن) انصاف ہی کرو، یہ تقوی سے قریب تر بات ہے، اللہ سے ڈرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب سے باخبر ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ان کے کمرہ کے دروازہ کے پاس جھگڑا سنائی دیا، اللہ کے رسول ﷺ آواز سن کر نکلے اور آپ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ میں بھی انسان ہوں، میرے پاس جھگڑا آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بات کہنے میں دوسرے کے مقابلہ زیادہ بلیغ ہو اور میں سمجھوں کہ یہی سچ ہے اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں، سن لو اگر میں فیصلہ کرنے میں کسی مسلمان کا حق اس کو دے دیتا ہوں تو یہ (جہنم کی) آگ کا ایک ٹکڑا ہے اگر چاہے تو یہ لے یا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری:۳۲۲۶، صحیح مسلم:۱۷۱۳)

اس خدشہ سے کہ فلاں بہت چرب زبان ہے یا جھوٹا ہے فیصلہ نہ کیا جائے غلط ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے یہ واضح کردیا کہ ہم کو دونوں فریق کی بات سن کر ہی فیصلہ کرنا ہے، یہ دنیاوی فیصلہ اللہ کے یہاں اس کے انصاف کو نہیں روک سکتا، ہم اپنے دلائل اور مکر سے چاہے دنیا میں جیت جائیں مگر اللہ سب کے ساتھ انصاف کرے گا اور زندگی تو بس آخرت کی ہی زندگی ہے۔

☆☆☆

درس حدیث: ۱۴۳

حمداوردرود کے بعد دعاء

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن فضالة بن عبيد، قال: بينما رسول الله ﷺ قاعد، إذ دخل رجل، فصلى، فقال: اللهم اغفر لي، وارحمني. فقال رسول الله ﷺ: عجلت أيها المصلى! إذا صليت فقعدت، فأحمد الله بما هو أهله، وصلى علي، ثم ادعه.

قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله، وصلى على النبي ﷺ. فقال له النبي ﷺ: أيها المصلي! أدع، تجب. رواه الترمذي، وروى أبوداود والنسائي نحوه. (مشكاة ج ۱ ص ۸۷)

قال الشيخ الألباني: وقال الترمذي: حديث حسن. (مشكاة ج ۱، ص ۲۹۳)

ترجمه: حضرت فضالہ بن عبید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، ایک صحابی آئے، نماز ادا کی اور دعاء مانگی: اے اللہ! میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصلی! تو نے دعاء مانگنے میں عجلت سے کام لیا ہے، جب تم نماز ادا کرو اور بیٹھو تو اللہ پاک کی شایان شان حمد وثنا بیان کرو، اور مجھ پر درود بھیجو، پھر دعاء کرو۔

حضرت فضالہ ؓ کہتے ہیں: پھر ایک دوسرے صحابی نے نماز پڑھی اور اللہ پاک کی حمد وثنا بیان کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا (اور دعا نہیں مانگی) تو آپ نے ارشاد فرمایا: نماز ادا کرنے والے! دعاء کرو، مقبول ہوگی۔ (ترمذی شریف، حدیث حسن)

تشریح: حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ (۱) نماز کے بعد یا تشہد میں دعاء مقبول ہوتی ہے، (۲) دعاء سے قبل اللہ کی حمد وثنا کی جائے، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے پھر دعاء کی جائے، (۳) بغیر حمد وثنا اور درود پڑھے دعاء مانگنی عجلت اور جلد بازی والی دعاء ہے جو بہتر نہیں، (۴) آداب وشرائط کی پاسداری والی دعاء ضرور قبول ہوگی۔

آداب دعاء سے متعلق حضرت ابوہریرہ ؓ کی ایک مرفوع روایت بھی ہے کہ ''بندے کی دعاء قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ معصیت یا قطع رحم کی نہ ہو، اور نہ ہی جلد بازی کرے کہ قبولیت کا اثر جلد نہ پا کر ترک دعاء کردے''۔ (مسلم شریف)

حضرت فضالہ ؓ کی روایت کے مفہوم میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی بھی ایک روایت آتی ہے: عن عبد الله بن مسعود، قال: كنت أصلي، والنبي ﷺ، وأبوبكر وعمر معه، فلما جلست بدأت بالثناء على الله تعالى، ثم الصلاة على النبي ﷺ، ثم دعوت لنفسى، فقال النبي ﷺ: سل تعطه، سل تعطه. رواه الترمذى، وقال: حديث حسن صحيح. (مرعاة ج ۳، ص ۲۸۲)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ جب میں بیٹھا تو پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر نبی ﷺ پر درود بھیجا پھر اپنی ذات کے لیے دعاء مانگی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعاء کرو مطلوب دیئے جاؤ گے، دعاء مانگو مقصد پورا ہوگا۔ (ترمذی شریف، حدیث حسن صحیح)

رب العالمین! ہمیں آداب وشرائط کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے دعاء کرنے کی توفیق مرحمت فرما، آمین۔ ☆☆☆

افتتاحیہ

غلو،اعتدال اورتفریط

یہ تین الفاظ تین طریق زندگی پر دلالت کرتے ہیں،اعتدال اسلام کا عرف ہے،اسلام کو صرط مستقیم،حق،خیر اور عدل وغیرہ ناموں سے بھی جانا جاتا ہے،اعتدال اسلام کا نہایت نمایاں وصف ہے،وحی الٰہی بشکل قرآن وسنت اس کی اساس ہے، اس میں اپنی طرف سے زیادتی غلو ہے اور اس میں کمی کرنا تفریط یا کوتاہی ہے،غلو کبھی بڑھتے بڑھتے تطرف اور انتہا پسندی کی شکل اختیار کرلیتا ہے،جس کے عملی مظاہر بڑے خطرناک ہوجاتے ہیں،غرض یہ کہ اعتدال دو برائیوں کے درمیان نیکی یا دو باطل کے درمیان حق کا نام ہے۔

قرآن مجید کے آغاز ہی میں اللہ تعالی نے اسی لیے بندوں کو یہ دعا سکھلائی ہے اور اسے ہر نماز کی ہر رکعت میں مانگنے کی تاکید ہے یعنی: اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين أنعمت عليهم، غير المغضوب عليهم ولا الضآلين۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ:ہمیں سیدھے راستے پر چلا،ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا،ان لوگوں کے راستے پر نہیں جن پر تیرا غضب اترا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔اس سے واضح ہے کہ اعتدال کا راستہ صراط مستقیم ہے،جو اہل اسلام کے لیے متعین کیا گیا ہے،’’مغضوب علیہم‘‘اور’’ضالین‘‘کے راستے غلو اور تفریط کے راستے ہیں جو نصوص کتاب وسنت کی روشنی میں اہل کتاب یعنی یہود اور نصاری کے راستے ہیں کہ اپنے دور کے انبیاء ورسل کے سچے راستے کو چھوڑ کر غلو اور تفریط کی راہوں میں بہت دور تک نکل گئے حتی کہ اللہ کے غضب کے شکار اور ضلالتوں کی بھول بھلیوں میں کھو گئے،یہود نے حضرت موسی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ: "اجعل لنا الها كما لهم آلهة" (الاعراف:۱۳۸) جس طرح ان لوگوں کے معبود ہیں آپ ہمارے لیے بھی معبود مقرر کردیں،حضرت موسی کوہ طور پر آسمانی کتاب تورات لینے چلے گئے تو ان کے پیچھے یہود نے کیا کیا قرآن میں مذکور ہے کہ "ثم اتخذتم العجل من بعده" (البقرۃ:۵۱) تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنالیا۔یہود نے اللہ کی شان میں بے پناہ گستاخیاں کیں،انہوں نے کہا: "ان الله فقير ونحن أغنياء" (آل عمران:۱۸۱) اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔انہوں نے کہا: "عزير ابن الله" (التوبۃ:۳۰) عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔مزید انہوں نے اللہ اور نبیوں میں تفریق کی،کسی پر ایمان لائے کسی کا انکار کیا،شراب پینے اور فواحش کے ارتکاب کا انبیاء پر الزام لگایا،بلکہ بہت سے انبیاء کو قتل کر ڈالا،قرآن مجید میں ہے: "ويقتلون النبيين بغير الحق" (البقرۃ:۶۱) اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،نصاری کا حال بھی گمراہی میں نہایت بدتر تھا،انہوں نے عیسی علیہ السلام کو الٰہ قرار دیا اور اللہ کا شریک ٹھہرایا حتی کہ بعد میں چل کر اپنے علماء اور مشائخ کو انہوں نے رب بنالیا جس چیز کو وہ حلال کہہ دیتے اسے حلال مان لیتے اور جس چیز کو حرام کہتے اسے حرام مان

لیتے،اس کی تفصیلات کتاب اور سنت صحیحہ میں موجود ہیں، یہ دونوں قومیں دینی سیادت وقیادت کی حامل تھیں،لیکن اعتدال کی شاہراہ ترک کردینے کے سبب غلو اور کوتاہی کا شکار ہوکر دینی سیادت سے محروم ہوگئیں اور اللہ تعالی نے ''امت مسلمہ'' کو دین اعتدال دے کراس منصب پر فائز کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح مشہور حدیث مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے''، پھراس کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''یہ متفرق راستے ہیں، ان میں سے ہر راستے پر شیطان مقرر ہے جو اس کی طرف بلاتا رہتا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله" (الانعام:۱۵۳) یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی،قتادہ کہتے ہیں کہ خوب جان لو کہ راستہ صرف ایک ہے اور ہدایت والوں کا انجام جنت ہے اور ابلیس نے مختلف راستے پیدا کردیئے ہیں جو گمراہوں کی جماعتیں ہیں،اوران کا انجام جہنم ہے۔

امتدادزمانہ سے امت مسلمہ کے بہت سے گروہوں اور افراد میں اعتقاد اور عمل دونوں پہلوؤں سے سابقہ اقوام کے غلو اور تفریط کی بہت سی باتیں درآئی ہیں،مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ انہیں دین اعتدال کے میزان پر تول کر رد کردیں اور جیسا کہ معلوم ہے وہ میزان اعتدال کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور اولین مسلمانوں یعنی اصحاب رسول کا طریقہ ہے، دنیا اور آخرت دونوں میں ہماری نجات،کامیابی اور سعادت کی شاہراہ اس کے ماسوا کچھ اور ہرگز ہرگز نہیں ہے، دیکھئے اس تعلق سے اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا" (النساء:۱۱۵) جو شخص باوجود ہدایت واضح ہوجانے کے بھی رسول (ﷺ) کے خلاف کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور جہنم میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے۔

اس میں مومنین سے صحابہ کرام مراد ہیں جو قرآن کے پہلے مخاطب، پہلے پیرو اوراس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے،اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستہ سے پھر جانا گمراہی اور جہنم میں جانے کا باعث ہے، اللہ تعالی ہمیں صحابہ کرام کے راستہ پر چلنے کی توفیق دے اوران کی مخالفت سے بچائے۔

☆☆☆

دارالحدیث رحمانیہ دہلی

امتحانات

مولانا اسعد اعظمی/استاذ جامعہ سلفیہ

دارالحدیث رحمانیہ میں دیگر انتظامات کی طرح امتحان کا معاملہ بھی بڑا منظم اور چست تھا، سال میں تین امتحان: سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ ہوا کرتے تھے، سہ ماہی اور ششماہی امتحان کے ممتحن تو مدرسہ کے اساتذہ ہوتے تھے، مگر سالانہ امتحان کے لیے باہر سے خصوصی ممتحن کے طور پر مولانا عبداللہ روپڑی بلائے جاتے تھے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''۱۹۱۷ء(۱) میں دہلی میں مدرسہ رحمانیہ جاری ہوا، اس کے ارباب اہتمام نے حافظ (عبداللہ روپڑی) صاحب کو دہلی آنے اور مدرسے میں خدمت تدریس انجام دینے پر اصرار کیا، مگر حافظ صاحب وہاں جانے پر آمادہ نہیں ہوئے، اس لیے کہ روپڑ اور اس کے قرب وجوار کے لوگ ان سے اتنے متاثر تھے کہ کسی قیمت پر انہیں روپڑ سے نقل مکانی نہیں کرنے دیتے تھے، خود حافظ صاحب بھی ان لوگوں کے مخلصانہ جذبات کی قدر کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی شکل میں ان کی دل شکنی ہو، مدرسہ رحمانیہ میں وہ مستقل طور سے جانے پر تیار نہ ہوئے تو انتظامیہ نے ان سے مدرسے کے سالانہ ممتحن مقرر ہونے کی درخواست کی، یہ درخواست حافظ صاحب نے منظور فرمائی اور ۱۹۱۷ء(۱) سے ۱۹۴۷ء تک تیس سال مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان لیتے رہے، اس اثنا میں انہوں نے ہزاروں طلبہ کو اپنے دست مبارک سے اسناد فراغت عطا فرمائیں''۔(۲)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی فرماتے ہیں:

''......مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لاتے اور سالانہ امتحان بھی لیا کرتے تھے، امتحان لینے کا انداز بہت سخت ہوتا تھا، رحمانیہ میں امتحانی طریق کار یوں تھا: اساتذہ پڑھاتے اور ششماہی امتحان بھی خود ہی لیتے، لیکن اخیر سال میں جب سالانہ امتحان ہوتا تو تمام لڑکے ایک ہال میں جمع ہوجاتے، وہاں کچھ نگراں ہاتھ میں ڈنڈے لے کر کھڑے ہوتے، کسی طالب علم کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوتی اور کسی مدرس کو امتحان ہال کے قریب نہ آنے دیتے، یوں اس کڑی نگرانی میں امتحان ہوتا جو اکثر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے ساتھ مولانا محمد حسین روپڑی مل کر لیتے''۔(۳)

(۱) یہ سہو ہے، دارالحدیث رحمانیہ ۱۹۲۱ء=۱۳۳۹ھ میں جاری ہوا۔(اعظمی)

(۲) بزم ارجمنداں، ص:۲۷۰۔

(۳) ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم، جنوری ۱۹۹۹ء، ص:۱۸۔

اس سلسلے میں والدگرامی مولانا محمد صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

’’اس مدرسہ میں تین امتحانات ہوا کرتے تھے، سالانہ امتحان کے خاص ممتحن جامع المعقول والمنقول مولانا عبداللہ روپڑی مرحوم تھے، موصوف خود ہی جماعت ادنی سے جماعت ثامنہ تک کے تمام سوالات مرتب کرکے چھپواتے اور اپنے دو عزیزوں کے ہمراہ تاریخ امتحان سے ایک روز قبل مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں وارد ہوتے، ان کے دونوں عزیز اپنی سخت نگرانی میں امتحان کراتے، مولانا روپڑی ہر روز امتحان کی کاپیاں جانچتے، اساتذہ کو ممتحن، نگراں اور امتحان کی ہوا بھی نہیں لگتی، اختتام امتحان کے بعد امتحان ہال میں تمام طلبہ، اساتذہ اور مہتمم میاں صاحب کے درمیان مولانا روپڑی نتیجہ سناتے اور پوزیشن لانے والے طلبہ کو میاں صاحب نقد انعامات تقسیم کرتے، راقم الحروف نے درس وتدریس کے سلسلے میں ہندوستان کے کئی بڑے مدارس کا چکر لگایا ہے، مگر اساتذہ وطلبہ کے قیام وطعام، اصول وقوانین اور تعلیم وتعلم اور امتحان کا ایسا مستحکم اور بلند معیار کہیں نہیں دیکھا، بطور تحدیث نعمت یہ بات بیان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے اولین فضلاء میں اصحاب مئو کی اکثریت تھی، جس طرح اس کے آخری افاضل ثلاثہ میں مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی مئوی حفظہ اللہ سرفہرست ہیں‘‘۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ رسالہ محدث کے جنوری ۱۹۴۷ء کے شمارے میں ’’سہ ماہی امتحان‘‘ کی سرخی سے یہ خبر شائع ہوئی ہے:

’’ہم آپ کو تعلیمی سال کے شروع میں یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ اس سال سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا ۲۷/واں سال شروع ہو رہا ہے، الحمدللہ کہ سال کی ایک منزل ختم ہوگئی، یعنی ۵/محرم ۱۳۶۶ھ بروز ہفتہ سے اس کا سہ ماہی امتحان شروع ہوکر ۷/کو بخیر وخوبی ختم ہوگیا، اس امتحان کے پرچے خود اساتذہ ہی تیار کرتے ہیں، اور انہیں کی نگرانی میں اس امتحان کی ساری کارروائی انجام پذیر ہوتی ہے، امتحان کے بعد ۸/محرم کو اس امتحان کی تعطیل رہی اور ۹، ۱۰/کو عاشورے کی، جس میں طلبہ ومدرسین روزے سے رہے، اسی اثناء میں نتیجہ بھی مرتب ہوگیا جو طلبہ کو سنایا گیا، نتیجہ مجموعی حیثیت سے بفضلہ تعالی حوصلہ افزا ہے، جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو جناب مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے دو دو روپے نقد انعام دیے گئے، فبارك الله فيه وأحسن إليه. (مدیر)‘‘۔(۲)

رسالہ محدث ہی کے اپریل ۱۹۴۷ء کے شمارے میں ’’ششماہی امتحان‘‘ کی سرخی کے تحت درج ذیل خبر ہے:

’’دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا ششماہی امتحان بھی بحمد اللہ خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوگیا، حسب دستور طلبہ کو امتحان کی تیاری کے لیے ایک ہفتہ کا موقع دیا گیا، اور پھر از یکم تا ۳/ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ امتحان ہوتا رہا، امتحان کے بعد دو روز مدرسہ میں تعطیل

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، جنوری ۲۰۰۸ء، ص: ۱۷۔

(۲) رسالہ محدث دہلی جنوری ۱۹۴۷ء، ص: ۱۱۔

رہی، نتیجہ بحمد اللہ اچھا ہے، جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو مہتمم صاحب کی طرف سے دو دو روپے نقد بطور انعام دیئے گئے۔ (منیجر)''۔(۱)

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری کے دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے صاحب زادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں:

''(والد صاحب) اور ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ مئوناتھ بھنجن میں بہت بڑی کانفرنس ہو رہی تھی اور دارالحدیث رحمانیہ میں میرا آخری سال تھا، حضرت مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ تشریف لائے تھے، وہی ممتحن تھے، وہی پرچے جانچتے تھے، انہیں کے خاندان کے بعض افراد وغیرہ نگراں ہوتے تھے اور امتحان لیتے تھے اور وہیں نمبر دیئے جاتے تھے، تو امتحان ہوا، طلبہ میں آپس میں منافست چلتی رہی، ابا جان کا نمبر زیادہ آیا تو لڑکوں نے شکایت کر دی کہ نقل کیا ہے، یہ کیا ہے وہ کیا ہے، تو پھر سے امتحان ہوا دو بجے رات تک، تو جب دوبارہ امتحان ہوا تو پہلے سے زیادہ نمبر آیا، اس کے بعد ابا جان مئو تشریف لائے، غالبا ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سب سے بڑی کانفرنس تھی، مولانا امرتسری وغیرہ تشریف لائے تھے، وہ صرف آخری اجلاس میں شریک ہو سکے تھے محض دوبارہ امتحان دینے کی وجہ سے، ویسے ان کی بہت خواہش اور بہت کوشش تھی کہ کانفرنس کے تمام اجلاس میں شرکت کریں اسی لیے وہ دلی سے سیدھے مئو پہنچے تھے''۔(۲)

سالانہ امتحان کے بعد مدرسہ کا سالانہ اختتامی اجلاس ہوا کرتا تھا جس میں شہر کے اکابر علماء وفضلا شرکت کرتے اور فارغین کی دستار بندی ہوتی اور تمام کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کیے جاتے، مولانا عبدالرؤف رحمانی علیہ الرحمۃ اس نوعیت کے اجلاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس دن دلی کے تمام مدارس عربیہ کے علماء حتی کہ جامعہ ملیہ عربیہ دہلی کے بڑے بڑے عربی ٹیچر خواہ اسلم صاحب جیراجپوری، خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی محترم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب شیخ الجامعہ، جو بعد کو ہندوستان کے صدر جمہوریہ کے منصب پر فائز ہوئے وہ بھی تشریف لائے تھے، میاں صاحب اس دن بڑی شاندار و پر تکلف دعوت کرتے تھے، تمام مہمانوں کو اور طلبہ واساتذہ کو بہترین و پر تکلف کھانا کھلاتے تھے''۔(۳)

☆☆☆

(۱) رسالہ محدث دہلی: اپریل ۱۹۴۷ء جمادی الاولی ۱۳۶۶ھ، ص: ۲۳۔

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس: شیخ الحدیث نمبر، جنوری، فروری ۱۹۹۷ء، ص: ۱۲۱-۱۲۲۔

(۳) ماہنامہ محدث، بنارس، اگست ۱۹۹۲ء ص: ۱۹۔

کرومہربانی تم اہل زمیں پر

مولانا عبدالمتین مدنی

اسلام مکارم اخلاق کا داعی اور محافظ ہے، وہ اللہ کے بندوں کو ایسے اخلاق اختیار کرنے کی دعوت وترغیب دیتا ہے جو دنیا وآخرت میں ان کوسعادت مند بنانے کے ضامن ہیں۔

عفوودرگذر اللہ تعالی کی صفات کریمہ میں سے ایک ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات ويعلم ما تفعلون﴾ (الشوری: ۲۵) وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کررہے ہو سب جانتا ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اللہ کی اس صفت عفو ومغفرت کو ذکر کیا گیا ہے اور شب قدر، سب سے عظیم رات کے لیے جو پیاری دعا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکھلائی اس دعا میں بھی اسی عظیم صفت کے ساتھ اس ذات باری کو یاد کیا گیا: "اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني" (سنن ترمذی، بحوالہ ریاض الصالحین ح: ۱۱۹۵)

اللہ کی رحمت کا فیض اس کے نیک وبد، مومن وکافر بندوں کے لیے عام ہے، مسند امام احمد کی روایت ہے جسے امام بخاری نے بھی الادب المفرد میں ذکر کیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ليس أحد أو ليس شيء أصبر على أذى يسمعه من الله عز وجل وانهم ليدعون له ولدا وانه ليعافيهم ويرزقهم"۔ (الادب المفرد ح: ۳۸۹) کوئی شخص کسی تکلیف پر اس سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے جو وہ اللہ کے بارے میں سنتا ہے کہ مشرکین اس کی اولاد قرار دیتے ہیں اور وہ انہیں معاف کرتا اور روزی دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ کے حبیب ومحبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ صفت عفو ودرگذر سے اس طرح متصف تھے کہ آپ کے دوست ودشمن سب کو آپ کے دامن عفو وکرم میں جگہ ملی، بعض سرداران مشرکین جنگ بدر کے قیدی کے طور پر مدینہ لائے گئے، بعض صحابہ کرام کے اس مشورہ کے باوجود کے انہیں قتل کرکے مشرکین کی طاقت کمزور کی جائے مگر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کیا اور فدیہ لیکر انہیں رہا کردیا، اہل طائف نے آپ ﷺ کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا اسے دیکھ کر آسمان کے فرشتے آپ سے اس بستی پر عذاب نازل کرنے کی اجازت چاہی مگر عفو ودرگذر کے اس سمندر کی خاموشی کو یہ گستاخانہ سلوک بھی نہ توڑ سکا اور جواب یہ ملا: "بل أرجو الله أن يخرج من أصلابهم من يعبد الله وحده ولا يشرك به شيئا"۔ (متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین ح: ۶۴۳) بلکہ میں اللہ کی ذات سے یہ امید رکھتا ہوں کہ ان کی نسل سے موحد افراد کو پیدا کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک یہودی عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کو زہر آلود گوشت پیش کیا، آپ نے اسے تناول بھی فرمالیا، پھر وہ آپ کے پاس لائی گئی اور آپ سے قتل کرنے کی اجازت طلب کی گئی، آپ نے اس کی اجازت نہ دی، اگرچہ اس زہر کا اثر آپ نے تاحیات برداشت کیا۔ (الادب المفرد ح: ۲۴۳)

اسی طرح بعض مواقع پر ایسا برتاؤ آپ کے ساتھ کیا گیا جو بہت نازیبا تھا مگر ان مواقع پر بھی آپ نے کمال عفو وکرم کا مظاہرہ کیا

،ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے جسم مبارک پر ایک نجرانی چادر تھی جن کی کناری موٹی تھی، ایک اعرابی نے اسے زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کے نشان آپ کی گردن پر پڑ گئے پھر اس نے کہا: "مر لی من مال الله الذی عندك"۔

اس گستاخانہ رویہ کی باوجود اللہ کے رسول اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اسے عطیہ دینے کا حکم دیا۔(متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین ح: ٦٤٥)

ایک موقع پر اللہ کے رسول نے مال غنیمت تقسیم کیا، ایک انصاری کی زبان سے یہ بات نکل پڑی کہ اس تقسیم میں اخلاص کارفرما نہیں تھا، سننے والے صحابی نے یہ بات اللہ کے رسول سے نقل کردی، آپ کو یہ بات بہت ناگوار لگی، چہرہ کا رنگ بدل گیا، لیکن آپ کی زبان مبارک سے صرف اتنا نکلا: "قد أوذي موسى بأكثر من ذلك فصبر" (متفق علیہ بحوالہ الادب المفرد، ح: ۳۹۰) حضرت موسی کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی، پس انہوں نے صبر سے کام لیا۔

ان تمام واقعات سے اس پیکر عفو وکرم کی شان کریمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے دوسروں کے ساتھ ساتھ آپ کے خادم خاص حضرت انس آپ کے اس برتاؤ سے کتنا محظوظ ہوئے، خود ان کی زبانی سنئے: اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، آپ کے پاس کوئی خادم نہ تھا، حضرت ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپ کی خدمت میں مجھے پیش کردیا کہ انس ذہین وفطین لڑکا ہے، اس سے خدمت لیں، اور سفر وحضر میں ساتھ رکھیں، مدینہ آنے کے بعد سے لیکر تاحیات میں آپ کی خدمت میں رہا مگر آپ نے میرے کسی کام پر یہ نہیں کہا کہ اسے کیوں کیا یا اسے کیوں نہیں کیا۔(متفق علیہ بحوالہ الادب المفرد ح: ۲۷۷) اس دس سالہ مدت میں نہ اف اور نہ ناپسندیدگی کا اظہار، خادم خاص کے ساتھ اس قدر شفقت اور عفو ودرگذر کا برتاؤ اس لیے تھا کہ رب عفو وغفور نے اپنے خلیل کی فطرت میں اسے ودیعت فرمادیا تھا اور آپ کو اس پر قائم رہنے کی تاکید بھی فرماتا رہا: خذ العفو وامر بالعرف وأعرض عن الجاهلين۔ (الاعراف: ۱۹۹) آپ درگذر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجائیں۔

اسی طرح مسلمانوں کو بھی اس کریمانہ صفت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کے دنیاوی واخروی فوائد بتلا دیے گئے۔

﴿وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين، الذين ينفقون فى السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين﴾۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں، اللہ تعالی ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔

اور ان لوگوں کا انجام یہ ذکر کیا: ﴿أولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ونعم أجر العاملين﴾ (آل عمران: ۱۳۳-۱۳٦) انہیں کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

ان مبارک آیات میں کتنے اعلی اوصاف اور کتنا بڑا بدلہ ذکر کیا گیا، ان پاکباز نفوس کا، رب کی مغفرت اور اس کی جنت ان لوگوں کے لیے جو وسعت وتنگی میں خرچ کرنے والے، غصہ پی جانے والے اور عفو ودرگذر سے کام لینے والے ہیں، ان کو متقین بھی قرار دیا گیا اور محسنین کے تمغہ سے بھی نوازے گئے، ان نفوس قدسیہ کو اس سے بڑی شہادت اور اس سے بڑا بدلہ اور کیا چاہئے، ام المومنین

حضرت صدیقہ بنت صدیق پر تہمت لگائی گئی، منافقین کے پروپیگنڈہ کے شکار بعض مسلمان بھی ہوگئے، جن میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی تھے، حضرت ابوبکر کے خالہ زاد بھائی اور غریب تھے، اس لیے حضرت ابوبکر کی ان پر خاص عنایت تھی، مگر اس واقعہ سے حضرت ابوبکر کو اتنا صدمہ پہنچا کہ قسم کھائی کہ اب مسطح پر خرچ نہیں کریں گے، جب حضرت صدیقہ کی براءت آسمان سے نازل ہوگئی اور تہمت لگانے والوں کو اس کی سزا دی گئی تو رب کریم نے اپنے حبیب کے یار کی بڑے پیار سے تادیب فرمائی:

﴿ولا يأتل أولو الفضل منكم والسعة أن يؤتوا أولي القربى والمساكين والمهاجرين في سبيل الله بل يعفوا وليصفحوا الا تحبون أن يغفر الله لكم﴾ (نور:۲۲) تم میں جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہئے بلکہ معاف کردینا اور درگذر کرلینا چاہئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرمادے۔

اس آیت کا سننا تھا کہ حضرت ابوبکر بول پڑے: "بلى والله نحب أن تغفر لنا يا ربنا"۔

اس آیت کریمہ سے بھی یہ معلوم ہوا کہ رب کا عفو وکرم کے خصوصی مستحق اس کے وہ بندے ہیں جو اس کے بندوں کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کرتے ہیں، صحیح مسلم کی اس روایت میں بھی اس بات کو ذکر کیا گیا ہے: "حوسب رجل ممن كان قبلكم فلم يوجد له من الخير الا انه كان يخالط الناس وكان موسرا وكان يأمر غلمانه أن يتجاوزوا عن المعسر، قال الله عز وجل فنحن أحق بذلك منه تجاوزوا عنه" (الادب المفرد ح:۲۹۳) تم سے پہلے کی امت کے ایک شخص کا حساب لیا جائے گا اس کے پاس اس کے سوا کوئی نیک اور نہ ہوگی کہ وہ لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا تھا اور مالدار تھا، بچوں کو اس بات کی تاکید کررکھا تھا کہ تنگ دست کو معاف کردینا، اللہ فرمائے گا کہ اس کام کے ہم اس سے زیادہ اہل ہیں، چنانچہ اسے معاف کردو۔

انسانی طبیعت کے مختلف روپ ہوتے ہیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سزا دینے یا سرزنش کرنے یا انتقام لینے میں وہ اپنی بڑائی سمجھتا ہے اور معاف کرنے، درگذر کرنے، چشم پوشی کرنے کو وہ کسر شان سمجھتا ہے، اس کی انا اسے اس کے لیے آمادہ ہونے نہیں دیتی اور اس کا شیطان اس کی مزعومہ بڑائی کی آگ کو بھڑکاتا رہتا ہے، حالانکہ اسے یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اس کی بڑائی اور شان معاف کردینے میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله بعفو الاعزا وما تواضع أحد لله الا رفعه الله" (مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ح:۵۵۶) صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور عفو ودرگذر سے اللہ عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اسے بلندی عطا کرتا ہے۔

جو وصف رب کریم کی شان ہو اور جس تجلیوں سے اس کے حبیب کی سیرت منور ہو اور جو اس کے خاص بندوں کا خاص وصف ہو، اس کو اختیار کرنا ہی بندگی کی شان ہے، اس لیے انسان اپنے ظرف کو کشادہ رکھے اور عفو ودرگذر کو ہی اپنا شیوہ اور شعار بنائے۔

﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله﴾ (شوری:۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

وقال: ﴿وأن تعفو أقرب للتقوى﴾ (بقرہ:۲۳۷) اور تمہارا معاف کردینا تقوی سے بہت نزدیک ہے۔

☆☆☆

سنن ابن ماجہ کی شروح میں ایک اور اضافہ

(۳)

عبدالرشید عراقی

برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث

برصغیر (پاک وہند) میں علماء اہلحدیث کی خدمات حدیث کے بارے میں مصر کے نامور عالم دین اور محقق صاحب تفسیر المنار علامہ سید رشید رضا (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

ولو لا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فى هذا العصر مقضى عليها بالزوال من امصار الشرق وقد ضعفت فى مصر والشام والعراق والحجاز نصف القرن العاشر للهجرة حتى بلغت منتهى الضعف فى اوائل هذا القرن الرابع عشر . (۱)

برصغیر (پاک وہند) کے علمائے حدیث نے علوم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتے، تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا، ہم دیکھتے ہیں، کہ مصر، شام عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ زوال پذیر تھا۔ اور ۱۴ویں صدی ہجری کے زمانہ میں تو ضعف کی انتہاء تک پہنچ چکا تھا۔

مصر کے ایک دوسرے نامور عالم دین علامہ شیخ عبدالعزیز خولی اور شام کے محقق عالم دین علامہ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ھ) نے بھی برصغیر کے علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث کا اعتراف کیا ہے۔ عرب علماء کے علاوہ برصغیر کے علمائے احناف نے بھی علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث کی تعریف کی ہے: مولانا سید مناظر احسن گیلانی (م ۱۹۵۶ء) جو علمائے احناف کے جلیل القدر عالم، مورخ اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، اپنے ایک مقالہ مجریہ ماہنامہ برہان دہلی (اگست ۱۹۵۸ء) میں لکھتے ہیں کہ:

اس کو تسلیم کرنا چاہئے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف توجہ ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کو جو پلٹی اس میں اہلحدیث اور غیر مقلدین کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔.................. غیر مقلد تو نہ ہوئی۔ لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا۔ (۲)

صحاح ستہ میں حدیث کی ۶ کتابیں شامل ہیں:

(۱) الجامع الصحیح البخاری	امام محمد بن اسمعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)
(۲) صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاز قیشری (م ۲۶۱ھ)
(۳) سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ)

(۱) مقدمہ مفتاح کنوز السنة (۲) ماہنامہ برہان دہلی اگست ۱۹۵۸ء جلد ۴۱ نمبر ۲

(۴) جامع ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ)
(۵) سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ)
(۶) سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید بن ماجہ (م ۲۷۳ھ)

علمائے اہلحدیث کی صحاح ستہ کی شروح

(۱) صحیح بخاری کا اختصار شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن احمد زبیدی (م ۸۹۳ھ) نے ''التجرید الصحیح لاحادیث الجامع الصحیح'' کے نام سے کیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم کا اختصار حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (م ۶۵۶ھ) نے کیا، مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے ان دونوں کتابوں کی شرح لکھی ہے۔

صحیح بخاری کی شرح کا نام ''عون الباری'' ہے۔ اور صحیح مسلم کی شرح کا نام ''السراج الوہاج'' ہے

(۳) سنن ابی داؤد کی دو شرحین مولانا ابوالایوب شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے ''غایۃ المقصود'' (مطول اور ''عون المعبود'' (مختصر) لکھیں۔

(۴) جامع ترمذی کی شرح امام ابوالعلی عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) بنام ''تحفۃ الاحوذی'' لکھی۔ اور مقدمہ علیحدہ لکھا۔

(۵) سنن نسائی کی شرح مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۴۰۸ھ) بنام ''التعلیقات السلفیۃ'' لکھی۔

مذکورہ بالا تمام شروح مطبوع ہیں۔

(۶) انجام الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ: شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ

یہ شرح ۱۲/جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ پہلی جلد کے آغاز میں مولانا جانباز حفظہ اللہ نے ایک جامع وعلمی اور تحقیقی مقدمہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ مقدمہ سے پہلے مفسر قرآن اور نامور عالم دین فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، تقدیم الکتاب، کے عنوان سے برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی دینی وعلمی اور حدیثی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ حافظ صاحب کی تحریر ۱۸ صفحات پر محیط ہے (صفحہ ۳ تا ۲۱):

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ)، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) اور شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) کی خدمات جلیلہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حضرت نواب صاحب کی تصنیفی خدمات، مولانا سید محمد نذیر حسین کی تدریسی خدمات، مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ ان پر دو علمائے کرام کی دینی وعلمی اور ادیان باطلہ کی تردید میں خدمات جلیلہ کا خاص

طور پر تذکرہ کیا ہے۔

صفحہ ۲۱ تا ۱۱۷ مولانا جانباز کا مقدمہ ہے۔ جو ۹۷ صفحات پر محیط ہے۔ اس مقدمہ میں شارح نے جن موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

فائدہ اولی

علم حدیث موضوع اور غایت

فصل اول - روایت

فصل ثانی - درایت

فائدہ ثانیہ

تدوین حدیث کی تاریخ

تدوین حدیث کی ابتداء مسانید کا مدون کرن۔ کتب صحاح کی تالیف۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ

(ان سب کتب حدیث کا تعارف اور جس نہج پر ان کے مصنفین نے احادیث کو اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔ اس کی مختصراً تفصیل بیان کی ہے۔

فائدہ ثالثہ

اس میں مولانا جانباز نے کتابت حدیث پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس میں واضح کیا ہے کہ کتاب حدیث کا آغاز عہد نبوی ﷺ میں ہو چکا تھا۔ اور اس کے ساتھ منکرین احادیث کے شبہات واعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔

فائدہ رابعہ

اس میں سنت کی تشریحی اہمیت، حجیت حدیث کے دلائل، اور مقام سنت پر روشنی ڈالی ہے۔

فائدہ خامسہ

اس میں برصغیر (پاک وہند) میں علم حدیث کی اشاعت اور اس سلسلہ میں علمائے کرام کی خدمات کا تذکرہ ہے ..

اس کا آغاز سندھ اور ملتان کے محدثین سے کیا ہے اور اس نامور محدثین کے نام درج کئے ہیں:

(۱) شیخ بومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی ثم المدنی (م ۱۷۰ھ)

(۲) شیخ ابوعبداللہ محمد بن رجاء السندھی (م ۲۴۶ھ)

(۳) حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء السندھی (م ۲۸۶ھ)

(۴) محدث ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح المنصوری قاضی منصورہ (م ـــھ)

(۵) شیخ ابومحمد عبداللہ بن جعفر مرّہ منصوری (م۳۹۰ھ)
(۶) شیخ ابوجعفر محمد بن ابراہیم الایبلی (م۳۲۲ھ)
(۷) شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ الابیلی (م۳۴۳ھ)
(۸) شیخ ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ الوراق الایبلی (م۳۵۳ھ)
(۹) شیخ ابوجعفر بن الخطاب القصداری سندھی (م ــــ ھ)
(۱۰) شیخ ابوداؤدسیبویہ بن اسمٰعیل بن ابی داؤد واحدی (م ــــ ھ)

عہد سلطان محمود غزنوی میں جو محدثین لاہور تشریف لائے ان کا مختصر تذکرہ کیا ہے اور یہ تین محدثین کرام تھے:

(۱) شیخ محدث اسمٰعیل لاہوری (م۴۴۸ھ)
(۲) شیخ ابوالحسن علی بن عمرو بن الحکم لاہوری (م۵۲۹ھ)
(۳) امام المحدث ابوالفضل رضی الدین حسن بن محمد بن حسن حیدر بن علی العدوی العمری الصنعانی لاہوری (م۶۵۰ھ)

ان کے بعد

شیخ علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی برہان پوری (م۹۷۵ھ)
شیخ محدث علامہ محمد بن طاہر پٹنی (م۹۸۶ھ)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۱۰۵۲ھ)
شیخ امام ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی (م۱۱۷۶ھ)
شیخ محمد اسحاق محدث دہلوی (م۱۲۶۲ھ)
محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م۱۳۰۷ھ)

کی خدمات حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے بعد مولانا جانباز نے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م۱۳۲۰ھ) کی تدریسی خدمات کا تذکرہ کیا ہے، یہاں صاحب کے تلامذہ کے بارے میں مولانا جانباز صاحب نزہۃ الخواطر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واما تلامذة فعلى طبقات فمنهم العالمون الناقدون المعروفون .... يبلغون الى ألف نفس ومنهم المقاربون بالطبقة الأولى فى بعض الاوصاف، ومنهم من يلى الطبقة الثانية واهل هاتين الطبقتين يبلغون الى الآلاف.(۱)

---

(۱) نزہۃ الخواطر: ۸/۵۰۰

ان کے شاگرد تو کئی طبقوں کے ہیں۔ان میں سے عالم اور ناقد ہیں۔جو مشہور ہیں۔وہ تقریباً ہزار افراد تک پہنچ سکتے ہیں۔اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو پہلے طبقہ کے بعض اوصاف میں قریب تر ہیں۔اور ان میں سے وہ بھی جو اس دوسرے طبقہ کے قریب ہیں،اور شاید کہ یہ دونوں طبقے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

میاں صاحب کے مشہور تلامذہ

حضرت میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے تلامذہ میں سے جنہوں نے خدمت حدیث لا زوال نقوش ثبت کئے۔مولانا جانباز نے ان کا مختصر تذکرہ کیا ہے،مولانا نے جن مشہور تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ان کی تعداد ۳۴ ہے:

تلامذہ	سن وفات
۱-عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی	۱۲۹۸ھ
۲-مولانا بدیع الزماں لکھنوی حیدر آبادی	۱۳۰۸ھ
۳-مولانا وحید الزماں لکھنوی حیدر آبادی	۱۳۳۸ھ
۴-مولانا شیخ امیر حسن سہسوانی	۱۲۹۱ھ
۵-مولانا شیخ امیر احمد سہسوانی	۱۳۰۶ھ
۶-مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھنوی	۱۳۱۱ھ
۷-مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلوی	۱۳۵۱ھ
۸-مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی	۱۳۱۵ھ
۹-مولانا ابونصر عبدالغفار نشر مہدانوی	۱۳۱۵ھ
۱۰-مولانا شیخ حافظ ابراہیم آراری	۱۳۱۹ھ
۱۱-مولانا محمد سعید محدث بنارسی	۱۳۲۲ھ
۱۲-مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی	۱۳۶۹ھ
۱۳-مولانا ابوالحسن سیالکوٹی	۱۳۲۵ھ
۱۴-مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہان پوری	۱۳۴۲ھ
۱۵-مولانا محمد بشیر فاروقی سہسوانی	۱۳۲۶ھ
۱۶-مولانا شمس الحق عظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
۱۷-مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی	۱۳۳۴ھ
۱۸-مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی	۱۳۳۶ھ

۱۹-مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری	۱۳۳۷ھ
۲۰-مولانا سید احمد حسن دہلوی	۱۳۳۸ھ
۲۱-مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی	۱۳۳۸ھ
۲۲-مولانا سید عبدالعزیز صمدنی	۱۳۴۱ھ
۲۳-مولانا فقیر اللہ پنجابی مدراسی	۱۳۴۱ھ
۲۴-مولانا عبدالسلام مبارکپوری	۱۳۴۲ھ
۲۵-مولانا عبدالحکیم	۱۳۲۶ھ
۲۶-مولانا شاہ ابوتراب رشداللہ راشدی	۱۳۴۰ھ
۲۷-مولانا شیخ عبدالجبار عمرپوری	۱۳۳۴ھ
۲۸-مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی	۱۳۵۲ھ
۲۹-مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
۳۰-مولانا احمداللہ محدث پرتاب گڑھی	۱۳۶۲ھ
۳۱-مولانا عبدالتواب محدث ملتانی	۱۳۶۶ھ
۳۲-شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری	۱۳۶۷ھ
۳۳-مولانا نعمان بن عبدالرحمٰن اعظمی	۱۳۷۱ھ
۳۴-مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی	۱۳۷۵ھ (۱)

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کا ذکر کرنے کے بعد مولانا جانباز نے میاں صاحب کے تلامذہ کے تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے۔جنہوں نے خدمت حدیث بسلسلہ تصنیف وتالیف وتدریس کا کارہائے نمایاں انجام دیئے:

تلامذہ مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلوی	**(م۱۳۵۱ھ)**
۱-مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی	(م۱۳۶۰ھ)
۲-مولانا شیخ احمد بن محمد دہلوی مدنی	(م ــــھ)
۳-مولانا عبدالستار صدری دہلوی	(م۱۳۸۶ھ)
۴-مولانا عبدالجلیل سامرودی	(م۱۳۹۲ھ)
تلامذہ شیخ حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی	**(م۱۳۳۴ھ)**
۱-حضرت العلام حافظ ابوعبداللہ محمد گوندلوی	(م۱۹۸۵ء)

(۱)انجاز الحاجۃ:۱/ ۸۷تا۹۴

۲-حضرت العلام حافظ عبداللہ روپڑی (م ۱۹۶۴ء)
۳-شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی (م ۱۹۶۸ء)

ومن علماء ہذہ السلسلۃ

۱-مولانا حافظ سید ابوالخیر حسنی رائے بریلوی (م ۱۹۷۰ء)
۲-مولانا عبدالسلام بستوی (م ۱۹۷۴ء)
۳-مولانا ابوالحسن عبیداللہ بن عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۴۱۴ھ)
۴-مولانا شیخ عبدالغفار حسن عمرپوری (م ۲۰۰۷ء)
۵-مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء)
۶-مولانا محمد داؤد راز دہلوی (م ۱۴۰۲ھ)
۷-مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی (م ۱۹۹۶ء)
۸-مولانا عبدالصمد شرف الدین (م ــــء) (۱)

فائدہ سادسہ

اس میں مولانا جانباز امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) کے حالات زندگی درج ذیل عنوانات کے تحت قلمبند کئے ہیں۔

نام ونسب، ولادت، رحلت فی طلب العلم، اعتراف عظمت، وفات، تصانیف (تفسیر، تاریخ، سنن ابن ماجہ)، اہل علم ی طرف سنن ابن ماجہ کی تعریف وتوصیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد علامہ ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی (م ۱۱۳۸ھ) شارح سنن ابن ماجہ کے مختصر حالات اور ان کی شرح کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد سنن ابن ماجہ کی ۱۶ شروح مع ان کے مصنفین کے نام لکھے ہیں۔ سنن ابن ماجہ کے ایک شارح امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر بوصیری (م ۸۴۰ھ) کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۲)

آخر میں مولانا عطاء الرحمٰن اشرف نائب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ اور مولانا محمد یونس مرجالوی استاذ حدیث جامعہ رحمانیہ کا شکریہ ادا کیا ہے: جنہوں نے اس شرح کی تالیف میں معاونت کی۔

میں نے اپنی معلومات اور علم کی روشنی میں ''انجاز الحاجۃ'' کا تعارف کرایا ہے مجھ جیسا ناقص العلم اس سے زیادہ اور کیا لکھ سکتا ہے، اس کا مفصل تعارف وہی عالم کراسکتا ہے جنہیں فن حدیث اور اس کے متعلقات پر عبور کامل ہو۔

☆☆☆

(۱) انجاز الحاجۃ: ۱/ ۹۵ تا ۱۰۰ (۲) انجاز الحاجۃ: ص ۱۰۱ تا ۱۲۰

مذاہب وادیان

بدھ مت

(قسط:۶) مولانا محمد مستقیم سلفی

گوتم بدھ کے حالات زندگی:

ہندوستان میں آج سے ۲۶۰۰ سال قبل سلطنت مگدھ کا بول بالا تھا، اور یہ سلطنت موجودہ جنوبی بہار سے لیکر گنگا کے جنوب میں ندی شوما تک پھیلی ہوئی تھی، اس کا دار الحکومت راج گر یہہ تھا، شمال میں لچھوی اور شمال مغرب میں کوشلوں اور جنوب میں کاشیوں کی حکومتیں قائم تھیں، کوشل راج کی مشرقی جانب روہنی ندی کے کنارے آباد قوموں پر مہاراج کولی کی حکومت قائم تھی، شمال ہندوستان میں موجودہ نیپال اور اتر پردیش کی سرحد پر واقع شاکیہ ریاست ایک جمہوری ریاست تھی جو اپنی محدود طاقت کے باعث کوشالا کی بادشاہت کی باج گذار تھی، شاکیہ جمہوریت میں اسی شاکیہ نام سورج بنسی چھتری خاندان برسر اقتدار تھا، جس کی سرداری شدودھن کے ہاتھ میں تھی، اور یہی مہاراج شدودھن شاکیہ خاندان کے حکمراں تھے، جس نے مہارج کولی کی دولڑکیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کرلی تھی، ایک مدت گذر جانے کے بعد مہاراج شدودھن کی بیوی حاملہ ہوگئی جس کا نام رانی مہامایا تھا۔

۵۶۳ قبل مسیح میں جب شدودھن کی رانی مہامایا حالت حمل میں شاکیوں کی راجدھانی کپل وستو سے اپنے میکہ دیودھا جارہی تھیں، راستہ میں لنبنی باغ میں گوتم بدھ کی ولادت ہوئی، جسے لیکر وہ اپنے باپ کے گھر پہنچی لیکن اتفاق کی بات ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ہی وہ مرگئیں، جس وقت رانی مہامایا مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو اپنی چھوٹی بہن ''ماہا'' سے گزارش کی کہ میرے بیٹے سدھارتھا کو تم اپنی پرورش میں لے لینا، بہن ماہا نے اپنی بڑی بہن کی بات کو قبول کرلیا اور بہن کے مرنے کے بعد بچے کی پرورش اور پرداخت کی، ایک مدت گذر جانے کے بعد ماھا نے مہاراج شدودھن سے شادی کرلی، ''صاحب الدیانات الوضعیۃ'' لکھتے ہیں: "توفيت الملكة "مايا" بعد سبعة أيام من وضعها مولودها، وهي على فراش الموت طلبت من أختها "ماها" براد جباتي الاهتمام بزوجها الملك وبطفلها سيدهارتا، ولبت ماها طلب أختها واحتضنت الطفل، وبعد مرور عام على موت مايا تزوجت ماها الملك شودهودانا وأصبحت أفضل خالة وأحسن ملكة"۔ (الدیانات الوضعیۃ ص ۷۵)

یعنی ملکہ مہامایا کو ابھی اپنے نومولد بچے کو جنے ہوئے سات دن ہوئے تھے کہ اس کا انتقال ہوگیا، ملکہ مہامایا جب بستر مرگ پر تھی اور اپنی زندگی کے آخری ایام گذار رہی تھی تو اس نے اپنی چھوٹی بہن ''ماہا'' سے درخواست کی کہ تو میرے شوہر اور نومولود بچے کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری لے لے، ماہا نے اپنی بڑی بہن مہامایا کے انتقال کے بعد اس کی باتوں کو قبول کرتے ہوئے بچہ سدھارتھا کی پرورش کرنے لگی اور ایک سال گذر جانے کے بعد بادشاہ شودودھن سے شادی بھی کرلی، اس طرح ماہا سدھارتھا کی بہترین خالہ اور بادشاہ کی اچھی ملکہ ہوگئی۔

اس واقعہ کے تین سوسولہ (۳۱۶) سال بعد راجہ اشوک نے اس جگہ ایک پتھر کا ستون نصب کرا کے (جو آج تک موجود ہے) اس کی تاریخی حیثیت کو مستند اور مسلم بنا دیا، البتہ بعض کرامتیں اور معجزات جو بدھ مت کی روایات میں گوتم بدھ کی پیدائش کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں وہ بدھ مت کی مذہبی روایات کا حصہ ہیں اور ان کی تاریخی حیثیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، اسی نوع کی ایک روایت یہ ہے کہ گوتم بدھ کی پیدائش کے بعد جن کا اصلی نام گوتم سدھارتھ رکھا گیا تھا ان کے والد کے دربار میں ایک جوتشی پنڈت آیا اور اس نے بچہ کا زائچہ دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی کہ بڑا ہو کر یہ بچہ یا تو ایک بہت مشہور سنیاسی، یا ایک بہت بڑا بادشاہ بنے گا، اس پیش گوئی سے متاثر ہو کر گوتم بدھ کے والد مہاراج شدودھن نے جو قدرتی طور پر اپنے بیٹے گوتم بدھ کو ایک بہت بڑا بادشاہ دیکھنا چاہتے تھے، ایک بہت محفوظ مکان میں بیٹے کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ دنیا میں رائج مختلف خیالات اور اثرات میں سے بعض سنیاسی ترک دنیا کی طرف بھی رہنمائی کر سکتے ہیں، جس کا کہ اس وقت کافی چرچا ہندوستان میں ہو چلا تھا، اس لیے ان سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک محل میں گوتم بدھ کی پرورش کرنا مناسب سمجھا اور ان کا دل بہلانے کے لیے الگ الگ محل بنوایا جس میں سیر وتفریح اور دل بہلانے کی تمام چیزیں فراہم تھیں، اس طرح اس محل میں کنیزوں، باندیوں اور خدمت گاروں کی ایک فوج کے درمیان شاہزادہ گوتم بدھ کی پرورش شروع ہوئی۔

مہاراج شدودھن کی پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح راجکمار (راجا کا بیٹا) کو رنگ رلیوں، سیر وتفریح اور مختلف مشاغل میں الجھائے رکھا جائے، یہاں تک کہ وہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کی عمر تک پہنچ جائیں، اس وقت حکومت کی ذمہ داریاں ان کے سر ڈال دی جائیں، جو ساری عمر کے لیے ان کو مشغول کر لیں گی۔

لیکن بدھ روایات کے مطابق شہزادہ گوتم کو بہلائے رکھنے کی یہ تمام کارروائیاں ان کی طبیعت کو بدلنے میں کامیاب نہ ہو سکیں، عمر کے ساتھ ساتھ شہزادے کے اندر غور وفکر، سنجیدگی اور احساس کی تیزی جیسی خصوصیات بڑھتی جا رہی تھیں، جو مہاراج شدودھن کو مستقل تشویش میں مبتلا رکھتی تھیں، چنانچہ شہزادہ گوتم بدھ کو مزید پابندیوں میں الجھانے کے خیال سے ۱۶ سال کی عمر میں ہی ان کی شادی ان کے ننہیال کی ایک ہم عمر راجکماری یشودھرا سے کر دی گئی، لیکن ان تمام انتظامات کے باوجود شہزادہ گوتم بدھ کو زندگی کی سطحی دلچسپیاں اپنی طرف نہ کھینچ سکیں۔(۱)

گوتم بدھ اور انسانی زندگی کے تین مرحلے:

ایک رات شہزادہ گوتم بدھ نے اپنے رتھ بان کو مجبور کیا کہ راجا شدودھن کے حکم کے خلاف وہ ان کو اپنے رتھ پر بٹھا کر محل سے باہر شہر میں لے چلے، بدھ روایت کے مطابق ان کی ایک سے زائد شب نوردیوں کے دوران ایک بوڑھے شخص پر نظر پڑی جو اپنے چہرے سے انتہائی غریب، مسکین اور کمزور نظر آ رہا تھا، کچھ دور اور چلے کہ اسے ایک بیمار دکھائی دیا جو بیماری کی وجہ سے اتنا لاغر ہو چکا تھا کہ اس کے لیے چند قدم چلنا بھی دوبھر تھا، کچھ دور اور چلے کہ اسے ایک جنازہ نظر آیا جسے لوگ قبرستان کی طرف لے جا رہے تھے، اسی اثناء میں اسکی نظر ایک درویش پر پڑی جس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا۔

(۱) دنیا کے بڑے مذاہب ص ۷۶۔

گوتم بدھ جب محل میں واپس آیا تو اس کا دل طرح طرح کے افکار وخیالات میں گھرا ہوا تھا، اس کے سامنے انسانی زندگی کے تین مرحلے (۱) بڑھاپا (۲) بیماری (۳) موت، اس کے دل میں خیال آیا کہ آخر کار وہ بھی ایک دن بوڑھا ہوگا، بیمار پڑے گا اور پھر اس پر بھی موت طاری ہوجائے گی، پھر یکایک اسے وہ نورانی چہرہ یاد آیا جس کے چہرہ سے سکون اور اطمینان ٹپک رہا تھا۔

گوتم بدھ ان تمام امور پر غور وفکر کرتا رہا اور دنیا کی محبت سے اس کا دل اچاٹ ہوگیا، اور یہ سوچنے لگا کہ وہ بھی اس بزرگ کی طرح دنیا اور اس کی تمام آسائشوں کو چھوڑ کر یاد خداوندی میں کیوں نہ مصروف ہوجائے تاکہ اسے بھی سکون واطمینان کی دولت حاصل ہوجائے۔

گوتم بدھ اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام راہل رکھا گیا، بچے کی پیدائش کے بعد انہوں نے عزم مصمم کرلیا کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے، اس لیے کہ تاخیر کرنے میں مزید بندھنوں میں پھنستے جانے کا سبب بنتا جائے گا۔(۱)

راہبانہ زندگی کا نقطۂ آغاز:

گوتم بدھ ایک رات اپنی بیوی کے کمرے میں داخل ہوا، کمرہ خوشبودار چراغوں سے جگمگا رہا تھا اور اس کی بیوی چاروں طرف سے پھولوں میں گھری ہوئی سکون کی نیند سو رہی تھی، گوتم بدھ کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ وہ ایک مرتبہ اپنے بچے کو گود میں اٹھا کر اسے پیار کرے، لیکن وہ یہ سوچ کر رک گیا کہ کہیں بچے کی ماں کی آنکھ نہ کھل جائے اور اس کی گذارشات اس کے دل کو ہلا کر اس مقصد میں رکاوٹ نہ بن جائے، یہی سوچ کر کچھ دیر اپنی بیوی اور بچے کو چپ چاپ کھڑے دیکھتے رہے، پھر ان پر الوداعی نگاہ ڈال کر گھر سے نکل گئے اور راج گڈھی کی طرف روانہ ہوگئے۔

یہ شہر اس وقت بڑی بڑی کھائیوں کے درمیان پانچ پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، اور یہاں بہت سے درویش رہا کرتے تھے، گوتم بدھ اپنے مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے ''الار'' نامی درویش کے پاس پہنچے اور ان سے رائج علوم کی تحصیل کی، جب اس مشہور درویش کا تمام علم بھی ان کی تشفی کے لیے کافی نہیں ہوا تو دوسرے درویش جوان سے بڑے تھے اُدار کا رام پُتر کے پاس گئے اور اس کے علم سے بھی پورا استفادہ کیا، لیکن گوتم بدھ کو قلبی سکون واطمینان حاصل نہ ہوا، تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کی جستجو کا حل کتابی علم نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے نفس کشی کے چلے شروع کردیئے، اور گھومتے گھومتے مشرقی ہندوستان میں موجودہ گیا کے پاس ''اُراویلا'' نامی مقام پر پہنچ چکے تھے، وہاں انہوں نے اس قدر شدید ریاضتیں کیں کہ ان کا بدن سوکھ کر کانٹا ہوگیا، اور وہ مرنے کے قریب پہنچ گئے، اس مرحلہ پر انہیں خیال آیا کہ جسمانی ریاضت کا یہ طریقہ بھی ان کے مسئلے کا حل کرنے میں سودمند نہیں ہیں، پھر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نجات کا راستہ جسم کو گلا دینے والی شدید جسمانی ریاضت سے نہیں بلکہ ایک معتدل زندگی کے ذریعہ ہی مل سکتا ہے۔(تقابل ادیان، دنیا کے بڑے مذاہب)

☆☆☆

(۱) تقابل ادیان، دنیا کے بڑے مذاہب۔

اسناد حدیث کی اہمیت

سعید الرحمٰن عبد المجید
فاضل جامعہ سلفیہ بنارس

اسناد کی تعریف:

اسناد کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

الاسناد: هو الطريق الموصلة الى المتن۔ (۱)

اسناد اس طریق کو کہتے ہیں جو متن حدیث تک پہنچانے والا ہو۔

اسناد کی ابتداء:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کے رسول ﷺ سے حدیثوں کو بیان کرتے تھے اور اس کو آپ کی جانب منسوب کرتے تھے اور یہ منہج صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی زندگی ہی میں استعمال کیا، اسی سے اسناد کا وجود ہوا اور یہ بہت ہی مبارک اور متواضع ابتداء تھی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسناد کا اہتمام اور اس کے بارے میں پوچھ تاچھ اور اس کے متعلق سوال کی ابتداء ہوئی، قتل عثمان کی وجہ سے مسلمانوں میں جو فتنے رونما ہو گئے ان میں وضع حدیث کا بھی فتنہ تھا جس کے بعد موقف کی تقویت اور مضبوطی کے لیے حدیثوں کو وضع کرنا شروع کیا، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور محافظین سنت نے رواۃ سے حدیثوں کو لینے کے لیے سخت چھان بین شروع کر دی، اس لیے علم الاسناد ضروری علم بن گیا۔

اسناد کی اہمیت:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کتاب اللہ کے معانی اور سنت رسول کی معرفت اسناد رجال کی معرفت پر موقوف ہے، اس لیے کہ وہی لوگ احادیث رسول کو نقل کرنے والے اور آثار صحابہ کے حاملین ہیں، اسناد اور حدیث (متون) کے درمیان اسی ٹھوس اور مضبوط تعلق کی وجہ سے اس کو علماء نے دین میں شمار کیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين﴾ (۲)

یعنی اے اہل ایمان اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچا دو پھر اپنے کیے ہوئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واشهدوا ذوى عدل منكم﴾ ترجمہ: آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ

(۱) شرح نخبۃ الفکر لابن حجر ج ۱ص ۹۔ (۲) سورۃ الحجرات: ۶، ترجمہ جوناگڈھی۔

کرلو۔ یعنی اپنے میں سے دومنصف گواہ بنالو۔

اللہ تعالی ان دونوں آیتوں کے اندر فرماتا ہے کہ جب کوئی شخص تمہیں کوئی خبر دے تو اس کی خوب چھان بین کرلیا کرو کہ اس کو پہنچانے والا کیسا ہے، وہ اپنے اس بیان میں سچا ہے یا نہیں، جو وہ کہہ رہا ہے یا جس چیز کی خبر دے رہا ہے اس کو کس کے واسطے سے کہہ رہا ہے، ان تمام تفاصیل کے بعد ہی اس کی خبر کو قبول کیا جائے۔

عن علي رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا تكذبوا علي فإنه من يكذب علي يلج النار" (۱) حضرت علی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، اس لیے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے، وہ جہنم میں داخل ہوکر رہے گا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آگاہ کردیا ہے کہ امت کے اندر جھوٹے اور وضاع پیدا ہوں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ وعید فرمائی کہ جو شخص میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ کے اندر لکھا ہے:

"أبو بكر رضي الله عنه كان أول من احتاط في قبول الاخبار فروى ابن شهاب عن قبيصة بن ذويب ان الجدة جاء ت الى أبى بكر تلتمس أن تؤرث فقال ما أجد لك في كتاب الله شيئا وما علمت ان رسول الله ﷺ ذكر لك شيئا ثم سأل الناس، فقام المغيرة فقال حضرت رسول الله ﷺ يعطيها السدس فقال له هل معك أحد فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذاك فانفذه لها أبو بكر". (۲)

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے روایات کو قبول کرنے میں احتیاط برتا، قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں کہ ایک دادی ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ورثہ سے اپنا حق دلانے کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ میں تیرے لیے حق نہیں پاتا اور نہ ہی میں جانتا ہوں کہ اللہ کے رسول نے دادی کو کچھ دلوایا ہے، پھر آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میری موجودگی میں آنحضرت ﷺ نے دادی کو سدس حصہ دلوایا ہے، تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ تمہارے پاس اس واقعہ کا کوئی اور گواہ ہے، اس پر محمد بن مسلمہ نے مغیرہ کے بیان کی تائید میں شہادت دی تو حضرت ابوبکر نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

اسی طرح امام ذہبی نے ابوموسی اشعری کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"روى عن أبي نضرة عن أبي سعيد أن أبا موسى سلم على عمر من وراء الباب ثلاث مرات، فلم يؤذن له فرجع فأرسل عمر في اثره فقال لم رجعت قال سمعت رسول الله ﷺ يقول

(۱) مقدمہ صحیح مسلم ۶۶/۱، صحیح البخاری مع الفتح: ۱۹۹/۱۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ ص۲۔

اذا سلّم أحدكم ثلاثا، فلم يجب فليرجع قال لتأتيني على ذلك بينة أو لأفعلن بك فجاء نا أبوموسى منتقعا لونه ونحن جلوس فقلنا ما شأنك فأخبرنا وقال فهل سمع أحد منكم فقلنا نعم كلنا سمعه فأرسلوا معه رجلا منهم حتى أتى عمر فأخبره"۔ (۱)

یعنی ایک مرتبہ ابوموسی اشعری نے حضرت عمر کو دروازے کے اوٹ سے تین مرتبہ سلام کیا تو جب حضرت عمر نے ان کو اجازت نہیں دی تو وہ لوٹ گئے تو حضرت عمر نے ان کے پیچھے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا اور پوچھا کہ تم کیوں لوٹ گئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "إذا سلم أحدكم ثلاثا فلم يجب فليرجع" اگر تم میں سے کوئی کسی کو تین بار سلام کرے اور وہ جواب نہ دے تو سلام کرنے والا لوٹ جائے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا: اس حدیث پر تم شہادت لاؤ، ورنہ دیکھنا میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں، یہ سن کر حضرت ابوموسی اشعری اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ہم بیٹھے ہوئے تھے ہم نے پوچھا تمہیں کیا ہوا، انہوں نے ہمیں سارا ماجرا سنایا، اور پوچھا کیا تم میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے، ہم نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے اسے سنا ہے، پس ہم نے اپنے میں سے ایک شخص کو ان کے ہمراہ بھیجا جس نے حضرت عمر کے پاس جا کر اس کی خبر دی۔

یہ ہے ایک حدیث کی صحت کی توثیق کے لیے صحابہ کرام کی کوششیں، یہ احتیاط صرف اسناد کی تحقیق کے لیے تھا نہ کہ صحابہ کرام کو جھٹلانا، ان تمام نصوص سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ اسناد کی کتنی زیادہ اہمیت اور ضرورت ہے، احادیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کی بنیاد انہیں اسناد پر قائم ہے۔

(۱) سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم يكن معه سلاح فبأي شيء يقاتل۔ (۲)

یعنی اسناد مومن کا ہتھیار ہے تو جب اس کے ساتھ ہتھیار نہ ہو تو کس چیز سے قتال کرے گا۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مثل الذي يطلب الحديث بلا اسناد كمثل حاطب ليل يحمل حزمة حطب وفيه افعى وهو لا يدرى" (۳) یعنی بلا اسناد حدیث طلب کرنے والے کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے اس شخص کی طرح ہے جو اپنے لکڑی کی گٹھری اٹھاتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا ہے کہ اس میں ایک سانپ چھپا ہے۔

(۳) امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں:

لم يكن فى أمة من الأمم منذ خلق الله آدم أمناء يحفظون آثار نبيهم الا فى هذه الأمة۔ (۴)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۸۔ (۲) تدریب الراوی ۲/۱۶۰، المدخل للحاکم ص ۳۔

(۳) المدخل للحاکم ص ۲، فیض القدیر ۱/۴۳۳۔ (۴) تاریخ لابن عساکر ۵/۴۵۴، اصحاب الحدیث: ۴۳۔

یعنی جب سے اللہ تعالی نے حضرت آدم کو پیدا کیا تب سے آج تک کسی بھی امت نے اپنے نبیوں کے آثار کی حفاظت نہیں کی سوائے اس امت کے۔

(۴)امام ابن سیرین نے بیماری کی حالت میں اپنے شاگردوں سے کہا:

اتقوا یا معشر الشباب وانظروا عمن تأخذون هذه الأحادیث فانها من دینکم۔ (۱)یعنی اے نوجوانوں کی جماعت! ڈرو، بچو اور اس شخص کے بارے میں غور وفکر کرو جس سے تم لوگ ان حدیثوں کو لیتے ہو، بے شک یہ دین میں سے ہے۔

(۵)عبداللہ بن مبارک نے فرمایا:

الاسناد من الدین لولا الاسناد ، لقال من شاء ما شاء۔ (۲)یعنی اسناد یہ دین میں سے ہے،اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا وہ کہتا۔

(۷)امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

الاسناد خصیصة لهذه الأمة۔ (۳)یعنی اسناد اس امت کی خصوصیت ہے۔

(۸)امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

الاسناد من خصائص هذه الأمة وهو من خصائص الاسلام ثم هو فی الاسلام من خصائص أهل السنة۔ (۴)یعنی اسناد اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور وہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے، پھر وہ اسلام میں اہل سنت کی خصوصیات میں سے ہے۔

(۹)ابوعلی الجیانی فرماتے ہیں:

اللہ تعالی نے اس امت پر خاص عنایت کرتے ہوئے تین ایسی چیزیں عطا کیں جو اس سے قبل کسی امت کو نہیں دی گئیں،وہ چیزیں ہیں: اسناد،انساب،اعراب۔(۵)

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلاف کرام اور ائمہ محدثین کے نزدیک اسناد کی کیا اہمیت تھی ، اور اسناد سے متعلق کتنی تحقیق وچھان بین کرتے تھے،لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم انہیں ائمہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسناد حدیث میں اچھی طرح چھان بین کریں،اس لیے کہ یہ اہل حدیث کی ایک اہم خصوصیت ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اسناد حدیث میں تحقیق اور صحیح احادیث پر عمل کرنے کی توفیق دے،آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین۔

☆☆☆

(۱)الکفایۃ:۱۲۲،المجروحین لابن حبان۲۲/۱۔ (۲)مقدمۃ مسلم ج۱ص۸۷۔

(۳)تدریب الراوی۲/۱۵۹۔ (۴)منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ۴/۱۱۔ (۵)تدریب الراوی ج۲ص۱۶۰۔

اصلاح معاشرہ میں مساجد کا کردار

عبدالواحد محمد لقمان سلفی
مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ، بہار

مسجد کا لغوی معنی سجدہ گاہ ہے۔(مصباح اللغات)
شریعت کی اصطلاح میں اس گھر کو کہا جاتا ہے جسے صرف اور صرف اللہ تعالی کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہو۔(جمل علی الجلالین ۴/۴۲۱)

اسلام میں مساجد کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے، کتاب وسنت میں مختلف انداز میں ان کی اہمیت ومنزلت کو اجاگر کی گئی ہے، ان کی فضیلت کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالی نے مساجد کو اپنی عبادت کے لیے مخصوص کیا، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أن المساجد لله فلا تدعوا مع الله أحدا﴾ (سورۃ الجن:۱۸) مساجد اللہ کی عبادت کے لیے خاص ہیں، لہذا تم لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها" روئے زمین کی سب سے اچھی جگہ اللہ تعالی کے نزدیک مساجد ہیں اور سب سے بری جگہ بازار ہے۔(رواہ مسلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سات طرح کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی اپنے سایے میں رکھے گا ان میں سے ایک قسم کے وہ لوگ ہوں گے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: "رجل قلبه معلق بالمسجد" یعنی وہ آدمی جس کا دل مسجد سے لگا ہوا ہے۔(رواہ مسلم)

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مساجد اسلامی معاشرہ کے اندر ایک بہت بڑے ادارہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور زمانہ ماضی میں معاشرہ کی اصلاح ورہنمائی میں ان مساجد کا بڑا کردار رہا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجد قبا کی بنیاد تھی، کیونکہ مسجد ہی سے مسلم ریاست کی سرگرمیاں انجام پاتی تھیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لمسجد أسس على التقوى من أول يوم أحق أن تقوم فيه، فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المتطهرين﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۰۸) جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''مساجد ائمہ کے رہنے اور لوگوں کو اکٹھا ہونے کی جگہیں ہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مبارک مسجد نبوی کی بنیاد تقوی پر رکھی''۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مساجد نے ہر دور اور ہر زمانہ میں اسلام کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، یہ مساجد صرف پنجگانہ نمازیں ادا کرنے کی جگہ نہیں تھی، بلکہ ان کے ذریعہ بہت سے عظیم اغراض ومقاصد پورے ہوئے، مساجد پنجگانہ نماز ادا کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کو گندگیوں سے پاک وصاف کرتی اور ان کو ہر حال میں اپنے اللہ کی بندگی اور اس کے سامنے خشوع وخضوع میں مشغول رہنے کی یاد دلاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر جمعرات کو لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ اپنے اصحاب کو وعظ ونصیحت کرنے کے

لیے مخصوص ایام متعین کیے ہوئے تھے اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے سوالوں کے جواب بھی مسجد کے اندر دیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: 'من جاء مسجدي هذا لم يأت إلا بخير يتعلمه أو يعلمه فهو بمنزله المجاهد في سبيل الله" جو میری اس مسجد میں بھلائی سیکھنے یا سکھلانے کے لیے آئے تو وہ اللہ کے راستے میں مجاہدین کے درجے میں ہوتا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان) یہ مسجد ایک مدرسہ تھی جس میں صحابہ کرام نے قرآن کریم اور سنت نبوی کی تعلیم حاصل کی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر اور خلفاء اربعہ جیسے زاہد ومتقی، عالم دین، محدث کبیر اور مدبر ومفکر مسجد نبوی کے منبر سے ہی تیار کیے گئے تھے، جنہوں نے اپنے علوم وفنون سے دنیا والوں کو رشد وہدایت کی روشنی بخشی اور دنیا والوں نے ان کی سیادت وقیادت کو تسلیم کیا، اسی مسجد میں تمام مسلمان جمع ہوتے تھے اور دین کی باتیں سیکھتے تھے اور ذہنی وفکری طور پر ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے، یہ مسجد حکومت اسلامیہ کے تمام امور کی نگرانی کی ہیڈ آفس تھی، یہ مسجد وہ جگہ تھی جہاں نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جمع ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے تمام اہم امور، اس کے گوناگوں اجتماعی، امنی، اقتصادی اور دیگر امور پر تبادلۂ خیال کرتے تھے، یہ مسجد دار القضاء کی حیثیت رکھتی تھی، یہیں مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان فیصلے ہوتے تھے اور اس کی حیثیت دار الافتاء کی بھی تھی، اگر کسی مسجد میں عرب اور غیر عرب وفود آکر نبی اکرم ﷺ سے ملتے تھے تو آپ ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

صحابہ کرام کے دور میں بھی مساجد کا مفہوم عبادت کی ادائیگی تک محدود نہ رہا بلکہ اس میں ہر قسم کے جائز امور انجام پاتے تھے، چنانچہ خلفاء اربعہ کے دور خلافت میں مجلس شوری کے جلسے مساجد ہی میں منعقد ہوا کرتے تھے، درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا کام اسی میں انجام پاتا، صحابہ کرام میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت زید بن ثابت اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مساجد سے عظیم خدمات انجام دیں۔

تابعین کے زمانے میں سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، حسن بصری اور سعید بن جبیر جیسی شخصیتوں نے تدریسی خدمات کا مرکز مساجد ہی کو بنایا اور وہیں سے بڑے بڑے نامور دعاۃ ومبلغین کی ٹیمیں تیار کیں، تبع تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں بھی مختلف ملکوں اور ریاستوں میں مساجد کے ذریعہ دعوتی واصلاحی خدمات کی انجام دہی کا سلسلہ جاری رہا اور ان عبادت گاہوں نے اس زمانے میں ان مدارس وجامعات کا کردار ادا کیا، جنہیں دور حاضر میں دعوت وتبلیغ کا سنٹر کہا جاتا ہے، چنانچہ ان مساجد سے امام المحدثین امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابوداود، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم جیسے محدثین پیدا ہوئے جن کی دعوتی وتدریسی خدمات کا اثر پوری دنیا میں مرتب ہوا، ان کے زمانے میں مسجدوں کے اندر علمی محاضرات، علمی دروس اور حسب ضرورت عام خطاب منعقد کرائے جاتے تھے، اور دینی استفسارات کے جوابات اور معاشرہ میں وقوع ہونے والے مسائل کا حل حتی المقدور مساجد کے توسط سے انجام دیئے جاتے تھے، عصر حاضر میں بھی مسلمانوں کی تعلیمی، اخلاقی اور دوسری خرابیوں کا سد باب مساجد کے توسط سے بحسن وخوبی انجام دیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو مساجد کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت تک ان مساجد کو مرکز رشد وہدایت بنا کر رکھے، آمین۔ ☆☆☆

نکاح سے متعلق باطل وموضوع روایات

ابوالبیان رفعت سلفی
مدرس مدرسہ صراط مستقیم، شیرور، کرناٹک

نکاح جو کہ نسل انسانی کی افزائش کا پاکیزہ ذریعہ، بے حیائی وبدکاری کے سد باب کا انتہائی کارگر وسیلہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، اس سے متعلق بہت سی باطل وموضوع روایات رواج پا چکی ہیں، جن کے مضر اثرات سے مسلم سماج قسم قسم کی بدعات وخرافات کا شکار ہوتا جا رہا ہے، میں نے اپنے اس مضمون میں نکاح سے متعلق چند موضوع ومنگھڑت روایات کا اردو ترجمہ مع حوالہ جات تحریر کر دیا ہے تا کہ لوگ متنبہ ہو کر ان کے فتنوں سے بچ سکیں، واللہ ولی التوفیق۔

(۱) ابن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ: بھوک اور شہوت نے مجھے ہلاک کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ سب سے پہلے تم جس عورت سے ملاقات کرو گے اس کے پاس شوہر نہیں ہے، اب وہ تمہاری بیوی ہے، دیہاتی نے بیان کیا کہ جب میں بنونجار کے کھجوروں کے باغ میں داخل ہوا تو ایک عورت پھل چن رہی تھی، میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری شادی تجھ سے کر دی ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحیم بن ہارون الواسطی آ گیا ہے، جسے دارقطنی نے کذاب اور ابو حاتم نے ذاهب الحديث قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۵/۴۰۲، تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۷۶، تہذیب التہذیب ۳/۴۲۱، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲/۲۰۴)

(۲) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شادی شدہ کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ کی ستر رکعت نمازوں سے افضل ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں مجاشع بن عمرو آ گیا ہے جسے یحییٰ بن معین نے کذابین میں شمار کیا ہے اور ابن حبان کے بقول وہ ثقہ راویوں کے نام سے حدیثیں گھڑتا تھا۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۶۳۹، تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۷۷، ضعیف الجامع: ۳۱۳۴، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲/۵۰۲، الجرح والتعدیل ۸/۱۷۸۵)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیر شادی شدہ تم میں سب سے بدترین لوگ ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں: (۱) خالد بن اسماعیل جو کہ کذاب ہے (۲) یوسف بن سفر جو کہ متہم ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۲۵۱۱، تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۷۸، ضعیف الجامع: ۳۳۸۶، الجرح والتعدیل ۳/۳۱۸)

(۴) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے

شادی کرے گا تو اللہ اسے ذلیل کردے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی بنا پر شادی کرے گا تو اللہ اسے فقیر کردے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے حسب ونسب کی برتری دیکھ کر شادی کرے گا تو اللہ اسے حقیر وکمتر بنادے گا۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبد السلام بن عبد القدوس آگیا ہے جسے ابوداود نے "لیس بشيء" اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور امام ابن الجوزی کے بقول عبد السلام بن عبد القدوس موضوع روایتیں بیان کرتے تھے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۱۰۵۵، تلخیص کتاب الموضوعات:۵۷۹، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۰۶، الجرح والتعدیل ۶/۶۲، تہذیب التہذیب ۳/۴۲۹)

نکاح میں دیندار رشتوں کی فضیلت بخاری ومسلم کی درج ذیل حدیث سے پوری طرح واضح ہے، مذکورہ ضعیف روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: عورت سے نکاح چار چیزوں کے باعث کیا جاتا ہے، اس کے مال کے باعث اس کے حسب ونسب کے باعث اس کے حسن وجمال کے باعث اور اس کے دین کے باعث، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو دین والی عورت کو ترجیح دے کر کامیاب ہوجا۔(متفق علیہ)

(۵) عمرو بن مرۃ جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی نیکی نہ ہو جس کی وہ امید کرے تو اسے چاہئے کہ قبیلۂ جہینہ کی کسی عورت سے شادی کرلے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے کیونکہ اس کی سند میں ظبیان بن محمد آگیا ہے جسے ہالک قرار دیا گیا۔(تلخیص کتاب الموضوعات:۵۸۰، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۰۰)

(۶) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو کسی عورت سے شادی کرے تو اس کو کچھ دیئے بغیر اس کے پاس داخل نہ ہو اگر کچھ نہ پائے تو اسے اپنا ایک جوتا ہی دے دے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے کیونکہ اسے عصمۃ بن المتوکل نے تفرداً روایت کیا ہے جو کہ ضعیف راوی ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اسے جھوٹی حدیث کہا ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عصمۃ بن المتوکل کو بہت وہم ہوتا تھا۔(تلخیص کتاب الموضوعات:۵۸۲، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۰۰)

(۷) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے کیونکہ اس کی سند میں مبشر بن عبید نامی ایک کذاب راوی موجود ہے جسے امام دارقطنی نے متروک کہا ہے۔(تلخیص کتاب الموضوعات:۵۸۳، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲/۲۰۷، الاباطیل والمناکیر ۲/۱۳۸، الجرح والتعدیل ۸/۳۹۳)

(۸) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت سے نبی ﷺ نے شادی کی تو لوگوں نے نبی ﷺ کے سر پر

چھوہارا بکھیر دیا۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے، کیونکہ اس کی سند میں سعید بن سلام آ گیا ہے جسے امام ابن الجوزی نے متہم اور امام بخاری وامام طیالسی نے کذاب کہا ہے۔ (تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۸۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۴۱۹۸، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ۲/۲۰۰، الجرح والتعدیل ۴/۳۱)

نکاح کے بعد چھوہارا لٹانے اور رخصتی سے پہلے سسرال کے آنگن میں دولہے کے اوپر غلہ واناج اور مختلف قسم کی تکلیف دہ اشیاء کو پھینکنے کا بیہودہ رواج غالبا اسی باطل روایت پر قائم ہے۔

(۹) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام میں سب سے پہلے محبت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو کتاب الموضوعات میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ اسے موقری نے تفرد اروایت کیا ہے جو کہ ہالک ہے اور موقری سے موسی بن بلقاوی نے روایت کیا ہے جو کہ کذاب ہے۔ (تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۸۷، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲/۲۰۸، الجرح والتعدیل ۹/۱۹)

مفہوم کے اعتبار سے بھی یہ روایت باطل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے سب سے پہلے پہلا نکاح خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے کیا اور ان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے۔

(۱۰) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جب تمہاری دلہن تمہارے گھر میں داخل ہو تو موزے اتار کر اس کے دونوں پیر دھلو اور اپنے گھر کے دروازے پر پانی بہاؤ، ایسا کرنے سے فقر تمہارے گھر سے ستر دروازوں سے بھاگے گا اور دولہن کو ایک ہفتہ تک دودھ سرکہ دھنیا اور کھٹا سیب مت کھلانا ورنہ عورت بانجھ ہو جائے گی اور گھر میں بانجھ عورت کے ہونے سے چٹائی کا ہونا بہتر ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا موضوع وباطل ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ اس کی سند میں اسحاق بن نجیح الملطی موجود ہے جو کہ کذاب اور وضاع ہے اور دوسرا ابن وھب النسوی ہے جسے ابن حبان نے دجال کہا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۳۳۰۵، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ۲/۲۰۰، الجرح والتعدیل: ۵/۳۹۸، تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۸۸)

(۱۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ عورتوں کو بالا خانہ میں رکھو اور نہ ان کو لکھنا سکھاؤ بلکہ انہیں تکلہ اور سورہ نور سکھلاؤ۔

امام ابن الجوزی اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن ابراہیم آ گیا ہے جسے امام دارقطنی نے کذاب اور امام ابن حبان نے وضاع کہا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۲۰۱۷، تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۹۵، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ۲/۲۰۸)

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگ اسی روایت کی بنیاد پر عورتوں کو کتابت کی تعلیم سے روکتے ہیں، یہ خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اگر عورتوں کو لکھنا سکھا دیں گے تو وہ بگڑ جائیں گی جو کہ سراسر غلط ہے کیونکہ یہی خوف وخدشہ مردوں کے بارے میں بھی تو لاحق ہوسکتا ہے۔

(۱۲) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مکر اور دھوکہ صرف نکاح میں جائز ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے کیونکہ اس کی سند میں علی بن عروہ آ گیا ہے جسے ابن حبان نے وضاع کہا ہے۔(تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۹۱، الجرح والتعدیل: ۲۵۶/۶)

بعض لوگ غالبا اسی روایت کی بنیاد پر منگنی کے وقت خوبصورت لڑکی دکھا کر نکاح کے بعد بدصورت لڑکی رخصت کر دیتے ہیں جو کہ سراسر دھوکہ ہے اور اسلام نے تمام معاملات میں دھوکہ کو حرام قرار دیا ہے، رہی صحیح بخاری کی یہ روایت: "الحرب خدعة" تو یہاں خدعہ سے مراد چال چلنا اور تدبیر کرنا ہے، بدعہدی اور دغابازی جنگ کے دوران بھی حرام ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال واسباب نہ بیچے اور محض دھوکہ دینے کے لیے بولی بڑھا کر مت لگاؤ اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے نہ کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کرلے۔(صحیح بخاری، حدیث: ۲۱۴۰)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور مکر اور دھوکہ جہنم میں لے جانے والے ہیں۔(صحیح الجامع للالبانی: ۶۴۰۸)

(۱۳) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خولاء سے فرمایا کہ جو کوئی عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے تو اسے اس عبادت گزار کے برابر ثواب ملتا ہے جو ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتا ہو اور پوری رات قیام اللیل کرتا ہو اور جب وہ بچہ جن دیتی ہے تو اسے ہر رضعہ کے بدلے ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور جب کوئی شخص چاہت سے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو اسے دس نیکیاں ملتی ہیں، جب اس کو گلے لگاتا ہے تو بیس نیکیاں ملتی ہیں، جب بوسہ لیتا ہے تو ایک سو بیس نیکیاں ملتی ہیں اور جب ہمبستری کر کے غسل کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے ذریعہ فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو کتاب الموضوعات میں ذکر فرمایا ہے، کیونکہ اس کی سند میں صباح بن سہل ابو سہل الواسطی آ گیا ہے جو کہ واہی ہے، ابوزرعہ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، صباح بن سہل نے زیاد بن میمون سے روایت کیا ہے اور ابن مہدی نے گواہی دی ہے کہ زیاد بن میمون نے اس روایت کو بیان کرنے سے رجوع کرلیا ہے۔(تلخیص کتاب الموضوعات: ۵۹۲، تنزیہ الشریعۃ ۲/ ۲۱۱، الجرح والتعدیل: ۴/ ۴۱۰)

(۱۴) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی جب کسی بندہ سے محبت کرتا

ہے تو اسے بیوی بچوں میں مشغول نہ کرکے اپنے لیے چن لیتا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت پر موضوع کا حکم لگایا ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالملک بن یزید نامی ایک مجہول راوی آگیا ہے۔(تلخیص کتاب الموضوعات:۶۰۶،تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۱۲)

(۱۵) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۱۶۰ھ کے بعد تم میں سے کسی شخص کا کتے کے ایک بچے کی پرورش کرنا ایک سگے بیٹے کی پرورش کرنے سے بہتر ہوگا۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے، کیونکہ اس کی سند میں الحکم بن مصعب آگیا ہے، جسے ابوحاتم نے مجہول قرار دیا ہے اور شاید اسی نے اس حدیث کو گھڑا ہے۔(تلخیص کتاب الموضوعات:۶۰۷،تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۱۱،الجرح والتعدیل:۳/۱۴۱،تہذیب التہذیب:۱/۶۴۴)

(۱۶) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صاحب عیال (اولادوالا) آدمی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باطل روایت ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن سلمہ آگیا ہے جو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بقول ثقہ راویوں کے نام سے روایتیں بیان کرتا تھا اور حدیثیں چراتا تھا۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی بھی اس روایت کو بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ بہت سی صحیح روایات کے خلاف ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار وہ ہے جسے تو اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرے، ایک دینار وہ ہے جسے تو کسی گردن کے آزاد کرنے میں خرچ کرے، ایک دینار وہ ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جسے تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۱۳۸۰،تلخیص کتاب الموضوعات:۶۱۰،تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ:۲/۲۰۳)

(۱۷) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھور کی ہریالی سے بچو، پوچھا گیا گھور کی ہریالی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: گھور کی ہریالی سے بری ماں کی خوبصورت بیٹی مراد ہے۔

علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف جدا کہا ہے کیونکہ اسکی سند میں واقدی آگیا ہے، جس نے اسے تفرداً روایت کیا ہے اور واقدی کو علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے متروک، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جھوٹا اور دارقطنی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۱۴)

آخر میں دعا ہے کہ رب العالمین ہم تمام مسلمانوں کو ضعیف وموضوع روایات کے فتنوں سے بچا کر خالص قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

☆☆☆

خوشحال ازدواجی زندگی کے چند اہم اسباب

(قسط:۲)

حافظ عبدالرحمٰن سلفی

(۶) ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونا:

عورت کی تخلیق ہی مرد کے لیے ہوئی ہے،عورت کا وجود مرد کی تسکین وراحت کا سامان ہے،شادی اسی مقدس رشتے کا نام ہے کہ عورت ایک بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کو خوشیاں فراہم کرے،دن بھر کا تھکا ماندہ شوہر جب شام کو گھر میں داخل ہوتو بیوی کی حسین مسکراہٹیں،گھر کی حسن ترتیب،بچوں کی صحیح نگہداشت اور بہترین ولذیذ کھانا اس کی تھکان کو ختم کردے،شادی کے بعد عورت شوہر کے لیے سامان راحت ہے، جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:﴿ومن آیاته أنن خلقکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیها و جعل بینکم مودة و رحمة﴾ [الروم:۲۱]

”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت وہمدردی قائم کردی“۔

اسی طرح مرد پر بھی واجب ہے کہ عورت کے ساتھ رات گذارے اور زن وشو کا رشتہ قائم رکھے،قرآن مجید میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:﴿فالئن باشروهن وابتغوا ما کتب الله﴾[البقرة:۱۸۷] ”اب تم اپنی بیویوں سے مباشرت کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہاری قسمت میں (لڑکا یا لڑکی) لکھا ہے اسے حاصل کرو“۔اس حق کی رعایت اس حد تک ضروری ہے کہ عورت شرم وحیاء کا دامن چھوڑنے پر مجبور نہ ہوجائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: فرمان الٰہی:﴿ فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ الله ﴾ [النساء:۳۴]”پس نیک عورتیں اطاعت شعار ہوتی ہیں اور خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظتِ الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔“

آیت مبارکہ اس امر کی متقاضی ہے کہ عورت کے اوپر اپنے شوہر کی خدمت گذاری اس کے ساتھ سفر،اپنے آپ کو حسب خواہش اس کے حوالہ کردینے اور دیگر امور میں مطلق اطاعت واجب ہے۔رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی اسی کا پتہ چلتا ہے۔(مجموع الفتاویٰ ج:۳۲،ص:۲۶۰-۲۶۱) اگر عورت شوہر کے فطری خواہشات کی تکمیل کرنے سے انکار کرتی ہے تو ایسی عورت کو ملعون قرار دیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:”إذا دعا الرجل امرأته إلی فراشه فأبت فبات غضبان علیها، لعنتها الملائکة حتی تصبح“(صحیح البخاری:۳۲۳۷) ترجمہ:جب ایک خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پھر وہ اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گذارے تو فرشتے صبح ہونے تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:”إذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتأ ته و إن کانت علی التنور“ ”جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ ضرور اس کے پاس آئے اگرچہ وہ تنور پر کیوں نہ ہو“(صحیح الترغیب والترھیب للألبانیؒ:۱۹۴۶)

لہٰذا ان تمام احادیث سے یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ خاوند کا بیوی پر اور بیوی کا خاوند پر حق ہے کہ امور معصیت سے اجتناب کرتے ہوئے ایک دوسرے کی خواہشات کو پوری کریں۔

ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو جو کہ اس کی (شوہر کی) اطاعت میں مانع ہو تو بات ہی کچھ اور ہے، جیسے رمضان کے دن ہوں اور وہ روزے سے ہو یا بیمار ہو یا اس کی ماہواری کے ایام ہوں تو ان حالات میں وہ خاوند کی خواہش پوری کرنے سے یقیناً معذور ہوگی، لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو عورت ''انکار'' پر گہگار قرار پائے گی۔

(۷) شوہر کی خدمت واطاعت وفرمانبرداری:

مسلم خواتین پر اپنے شوہروں کی نیک اور بھلے کاموں میں اطاعت وفرمانبرداری واجب ہے۔ شوہر کا یہ حق قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿ واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ﴾ [النساء: ٣٤] ''اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو'' نافرمانی کی صورت میں عورت کو سمجھانے کے لئے (۱) سب سے پہلے وعظ ونصیحت ہے (۲) ان سے عارضی اور وقتی علیحدگی ہے، جو سمجھدار عورت کے لیے بڑی تنبیہ ہے، اس سے بھی نہ سمجھے تو (۳) ہلکی سی مار کی اجازت ہے لیکن یہ مار وحشیانہ اور ظالمانہ نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' لا تضرب الوجه ولا تقبح '' چہرے پہ نہ مارو اور گالی گلوچ نہ کرو۔ (صحیح الترغیب والترھیب للألبانیؒ :۱۹۲۶) اور دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''واضربوهن ضربا غير مبرح'' ''انہیں اس طرح مارو کہ چوٹ نہ آئے'' (رواہ الترمذی، وحسنہ الألبانیؒ ،۱۱۶۳) نیز علامہ ابن کثیرؒ آیت کریمہ: ﴿ فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله ﴾ میں قانتات کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کی اطاعت گذار ہیں'' [تفسیر ابن کثیر ج/۱ص:۷۴۳]

چنانچہ حضرت حصین بن محصنؓ کی پھوپھی کا واقعہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ شوہر کے تئیں تمہارا کیا رویہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ان کی خدمت واطاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی، اِلا یہ کہ کسی طرح کی مجبوری ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' أنظری أين أنت منه فإنه هو جنتك و نارك '' [مسند احمد وصححہ الألبانیؒ فی آداب الزفاف ص:۱۱۸) تم اس سے کیسا سلوک کرتی ہو ذرا اس کا بات کا اچھی طرح سے جائزہ لے لینا اور (یاد رکھنا) وہی تمہاری جنت اور وہی تمہاری جہنم ہے۔ نیز ایک حدیث میں نبی رحمت ﷺ نے عورتوں کے لئے جنت میں داخلے کی جو شرائط بیان فرمایا ہے ان میں سے ایک شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''المرأة إذا صلت خمسها، و صامت شهرها، واحصنت فرجها، و اطاعت بعلها قيل لها: ادخلی من أی أبواب الجنة شئت'' [مسند احمد وصححہ الألبانیؒ فی آداب الزفاف ص:۱۲۰]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی عورتیں بہتر ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:''التی تسرہ إذا نظر، وتطیعه إذا أمر، ولا تخالفه فی نفسها و ما له بما یکره ''(صحیح سنن النسائی:۳۲۳۱)

وہ عورت بہت بہتر اور اچھی ہے جسے اس کا شوہر دیکھ کر خوشی محسوس کرے جو اپنے شوہر کے حکم پر چلے، اور اپنی ذات اور اس کے مال کے متعلق اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

اسلامی بھائیو: اسی ازدواجی زندگی کی اہمیت اور نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی نبی کریم ﷺ نے عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے سے بھی منع فرمایا: چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:'' لا تصوم المرأة و بعلها شاهدا إلا بإذنه'' [صحیح البخاری،۵۱۹۵]

شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔لیکن اگر عورت شوہر کی مخالفت کرتی ہے، ہمیشہ اسے تکلیف اور اذیت پہنچاتی ہے اور اس کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے سوائے ان امور کے جو معصیت کی دعوت دیں کیونکہ''لا طاعة لمخلوق فی معصیته الخالق'' (صحیح الجامع: ۵۲۰)(اللہ کی نافرمانی کر کے بندے کی فرمانبرداری نہیں کی جائیگی) تو اس کے لئے ارشاد نبوی ﷺ ہے:'' ولا توذی المرأة زوجها فی الدنیا إلا قالت زوجته من الحورعین لا تؤذیه، قاتلك الله، فإنما هو عندك دخیل یوشك إن یفارقك إلینا''(سنن الترمذی،۱۰۹۴)

کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حوروں میں اس کی بیوی اس تکلیف دینے والی سے کہتی ہے کہ اللہ تجھے برباد کرے، اسے تکلیف مت دے، یہ تو تیرے پاس صرف مہمان ہے قریب ہے کہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا۔

اسی طرح خاوند کی نافرمانی تو اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کے سبب عورتوں کی اکثریت جہنم میں ہوں گی۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر تھا، آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے اذان واقامت کے بغیر نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اس کے بعد خطبہ دیتے ہوئے اللہ کے خوف وتقوی اور اس کی اطاعت کی تلقین فرمائی، نیز لوگوں کو نصیحتیں کیں اور انہیں خیر وبھلائی کے امور یاد دلائے پھر اٹھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے انھیں بھی نصیحت کی اور بھلائی کے کام یاد دلائے، پھر فرمایا اے عورتو!'' تصدقن فإن أكثركن حطب جهنم''تم زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات اور توبہ واستغفار کیا کرو کیونکہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن عورتیں ہونگی، تب ایک عورت کھڑی ہوئی جو عورتوں کے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے رخسار پچکے ہوئے اور اس کی رنگت بدلی ہوئی (سیاہ) تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''لا تكن تكثرن الشكاة و تكفرن العشیر''اس لئے کہ تم شکوہ شکایت اور شوہر کی نافرمانی وناشکری بہت کرتی ہو، تب عورتوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر صدقہ کرنا شروع کر دیا اور حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔(صحیح مسلم،۱۱۴)

علاوہ ازیں عورت کو شوہر کی ناراضگی سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ شوہر کی ناراضگی یہ عورت کی نماز کی عدم قبولیت کی باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:''ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم، العبد الآبق حتى يرجع، وامرأة باتت و زوجها عليها ساخط، و إمام قوم وهم له كارهون'' [صحیح سنن الترمذی،۲۹۵]

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔(۱) بھگوڑا غلام، جب تک اپنے آقا کے پاس نہیں آجاتا اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔(۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہوکر رات گذارے۔(۳) کسی قوم کا وہ امام جسے وہ لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

(۴) مزید برآں عورت کو خاوند کی ناشکری نہیں کرنی چاہئے کیونکہ خاوند کی ناشکری حرام ہے، نیز اللہ رب العالمین ایسی عورتوں کو اپنی نظر کرم سے بھی محروم کردیتا ہے۔

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ: آپ ﷺ کو جہنم دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو خاوند کی ناشکری کرتی تھیں اور اس کے احسانات کو بھلا دیتی تھیں ان میں سے کسی ایک پر تم زندگی بھر احسانات کرتے رہو پھر وہ تمہاری طرف سے کوتاہی دیکھ لے تو کہتی ہے''مارأيت منك خيرا قط''میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔[صحیح مسلم،۱۵۱۲] اور ناشکر گذار بیوی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے'' لاينظر الله تبارك و تعالىٰ إلى امرأة لا تشكر لزوجها، وهى لا تستغنى عنه'' [صحیح الترغیب والترھیب للألبانیؒ،۱۹۴۴] اللہ رب العالمین اس عورت کی طرف دیکھتا ہی نہیں جو اپنے خاوند کی ناشکر گزار ہو، حالانکہ وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مسلم عورتوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ شوہر کا اتنا بڑا مقام ہے اگر اللہ کے بعد کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو شوہر کے لیے جائز ہوتا، لیکن سجدہ اللہ کے علاوہ کسی بھی مخلوق کے لئے جائز نہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:''لا يصلح لبشر أن يسجد لبشر، ولو صلح لبشر أن يسجد لبشر لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها يعظم حقه عليها.'' [صحیح الترغیب والترھیب للألبانیؒ،۱۹۳۶]

لہٰذا ان احادیث کے پیش نظر بیوی پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی شکرگذار اور احسان مند ہو اور حتی الامکان اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے۔

(۵) ساتھ ہی ساتھ اللہ کی نیک بندیوں کو بلا وجہ شرعی شوہر سے طلاق نہیں طلب کرنا چاہئے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:'' أيما المرأة طلبت زوجها الطلاق من غير باس فحرام عليها رائحة الجنة''[صحیح الجامع،۲۷۰۶] جو عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق طلب کرے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ شوہر کی خدمت واطاعت وفرمانبرداری کو شریعت میں کس قدر اہمیت بتادی گئی ہے اور بیوی کو اسے انجام دینے کی کتنی سخت تاکید کی گئی ہے۔ (جاری)

☆☆☆

مہنگائی اور اس کا علاج کتاب وسنت کی روشنی میں

ترجمہ: حسن البنا عبد الغفور رف ۲

اس تیز رفتار زندگی کے شور وغوغا میں اگر ہم بے بسوں کی آہوں پر بھی کان لگائیں تو معلوم ہوگا کہ جہاں ان آہوں کے بہت سارے اسباب ہیں، وہیں ایک سبب مہنگائی بھی ہے، عرصہ سے یہ چیز موضوع بحث بنی ہوئی ہے کہ اس مہنگائی کی بلا سے کیسے چھٹکارا مل سکتا ہے؟ اور اس کے لیے بہت سے طریقے بھی اپنائے جاتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ کبھی مہنگائی کے کچھ فطری اور ضروری وجوہات ہوتے ہیں، جیسے سامان کی تیاری اور ان کو ٹرانسپورٹ کرنے کا صرفہ کبھی زیادہ آجاتا ہے، جس کی وجہ سے سامان ضروری طور پر مہنگا ہو جاتا ہے، مگر کبھی اس مہنگائی کے کچھ غیر فطری اسباب بھی ہوتے ہیں۔

ان اسباب میں سب سے اہم سبب عیش پرستی ہے، وہ عیش پرستی کے جراثیم ہی ہوتے ہیں جو زیادہ نفع کمانے کی ہوس کے پیچھے کارفرما نظر آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس سلوک کو مذموم قرار دیا ہے اور اس کے شر سے سختی سے روکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فلولا كان من القرون من قبلكم أولو بقية ينهون عن الفساد في الأرض إلا قليلا ممن أنجينا منهم واتبع الذين ظلموا ما أترفتم فيه وكانوا مجرمين، وما كان ربك ليهلك القرى بظلم وأهلها مصلحون﴾ (ھود:۱۱۶-۱۱۷)

ترجمہ: پہلے کے لوگوں میں ایسے اہل خیر کیوں نہیں ہوئے، جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، ان میں ایسے چند ہی لوگ تھے، ہم نے انہیں نجات دی، مگر ظالم لوگ آسودگی کے پیچھے پڑ گئے، وہ گنہگار تھے۔ (احسن البیان ص ۵۷۱)

رب العالمین مزید فرماتا ہے: ﴿وقال الملأ من قومه الذين كفروا وكذبوا بلقاء الآخرة وأترفناهم في الحياة الدنيا ما هذا إلا بشر مثلكم يأكل مما تأكلون منه ويشرب مما تشربون﴾ (المومنون:۳۳)

ترجمہ: اور سرداران قوم نے جواب دیا جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، تم جیسی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہاری ہی طرح پانی یہ بھی پیتا ہے۔ (احسن البیان ص ۸۱۶)

اور فرمایا: ﴿وما أرسلنا في قرية من نذير إلا قال مترفوها إنا بما أرسلتم به كافرون، وقالوا نحن أكثر أموالا وأولادا وما نحن بمعذبين قل إن ربي يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر ولكن أكثر الناس لا يعلمون﴾ (سبأ:۳۴-۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا ہے وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں، اور کہا ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم عذاب دیئے

جائیں، کہہ دیجئے! کہ میرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کردیتا ہے اور تنگ بھی وہی کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(احسن البیان ص۱۰۱۶)

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن بھیجتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "اياك والتنعم فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين" یعنی عیش وطرب سے دور رہنا، جو اللہ کے حقیقی بندے ہوتے ہیں عیش پرستی سے دور رہا کرتے ہیں۔(احمد، بیہقی، صحیح الترغیب ۲/۲۴۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عیش پرستی کی خطرناکی کا اندازہ لگالیا تھا، چنانچہ فتوحات کی وجہ سے جب انہیں فراوانی ملی، وہ عیش وطرب سے دور رہنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو بچنے کی تلقین کرنے لگے۔

ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے والی کے پاس ایک خط بھیجا جس کا محتوی یہ تھا: يا عتبة بن فرقد، انه ليس من كدك ولا من كد أبيك ولا كد أمك فأشبع المسلمين في رحالهم مما تشبع منه في رحلك، وإياك والتنعم وزي أهل الشرك ولبوس الحرير"۔

ترجمہ: اے عتبہ بن فرقد! بیت المال تمہاری جاگیر نہیں ہے، نہ ہی تمہارے والدین کی جاگیر ہے، مسلمانوں کی آسودگی کا خیال رکھنا، جیسے تم آسودہ ہوتے ہو، عیش پرستی مشرکانہ لباس اور ریشم زیب تن کرنے سے پرہیز کرنا۔

کیونکہ ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ثم لتسألن يومئذ عن النعيم﴾ (التکاثر:۸) ترجمہ: پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔(جوناگڈھی)

ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عرزم الاشعری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان أول ما يسأل عنه يوم القيامة من النعيم، أن يقال له: ألم نصح لك جسمك، ونرويك من الماء البارد؟!" یعنی نعمت کے بارے میں سوال کرتے ہوئے اللہ رب العالمین سب سے پہلے یہ پوچھے گا کہ میں نے تمہیں صحت وعافیت نہیں دی تھی اور تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔(ترمذی:۳۳۵۸، صحیحہ:۵۳۹)

عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے، حفصہ نے اپنے ابو کو ٹھنڈا شوربہ پیش کیا اور پھر اس پر روغن ڈال دیا، عمر رضی اللہ عنہ پریشان سے ہوگئے، کیا ایک برتن میں دوسالن؟ میں یہ کبھی نہیں کھا سکتا۔

ایسے ہی اشعث بن قیس سے جب کہا گیا کہ گوشت کو روغن سے نرم کرلیں، تو انہوں فرمایا: ایک برتن میں دوسالن؟ میں نے اپنے ساتھیوں کی صحبت میں زندگی گزاری ہے، اگر میں ان کی روش چھوڑ دوں تو خدشہ ہے کہ جنت میں مجھے وہ مقام نہ ملے جو ان کو ملے گا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جب بصرہ کا وفد عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں آیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ہی جیسا کھانا پیش کیا، وفد کے لوگوں نے ناگواری کا اظہار کیا، عمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: لوگو! واللہ مجھے تمہاری ناگواری کا احساس ہے، لیکن تم جان لو کہ اگر میں چاہتا تو میں سب سے زیادہ لذیذ کھانا کھا سکتا تھا، پھر فرمایا: لیکن میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کچھ لوگوں کو ان کی کرتوت کی وجہ سے عار دلایا ہے: ﴿أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها ......﴾ اتنا ہی نہیں بلکہ ہمارے اسلاف عیش پرستوں کے پاس بیٹھنے تک سے روکتے تھے، تاکہ صحبت کا اثر نہ پڑ جائے۔

مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو تنعم پسندوں کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ ان کے ساتھ بیٹھنا بلکہ ان کے قریب بھی جانا فتنہ کا سبب ہے۔(الورع للمروزی ص ۸۲)

اسلام نے جو تنعم پسندی سے روکا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ڈھیر سارے مفاسد اور فتنوں کا باعث ہے۔

۱-عیش پسندی انسان کو دنیا پرستی میں گم کردیتی ہے، پھر قتل وخونریزی ہوتی ہے اور رشتوں کی ڈور چھوٹ جاتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿حتى إذا أخذنا مترفيهم بالعذاب اذا هم يجأرون، لا تجأروا اليوم انكم منا لا تنصرون، قد كانت آياتي تتلى عليكم فكنتم على أعقابكم تنكصون، مستكبرين به سامرا تهجرون﴾ (المومنون:۶۴-۶۷)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ بلبلانے لگے، آج مت بلبلاؤ، تمہاری کوئی مدد نہیں ہوگی، میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں پھر بھی تم ایڑیوں کے بل الٹے بھاگتے تھے، اکڑتے اینٹھتے ، افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے۔(احسن البیان:۸۲۰-۸۲۱)

خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اذا مشت أمتي المطيطاء، وخدمتهم فارس والروم، سلط بعضهم على بعض"۔

ترجمہ: جب میری امت اترا کے چلے گی اور روم فارس کے لوگ ان کے حشم وخدم بن جائیں گے، اس وقت ان ہی کو ایک دوسرے پر مسلط کردیا جائے گا۔(الزہد لابن المبارک:۱۸۷، ترمذی:۴۲/۲-۴۳، الصحیحۃ:۶۷۹/۲)

۲-تنعم پسندی دل کو بے رحم اور انسان کو آخرت سے بے خبر کردیتی ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کو "شرار الأمة" قرار دیا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان شرار أمتي الذين غذوا بالنعيم، ونبتت عليه أجسادهم"۔

ترجمہ: میری امت کے سب سے برے لوگ وہ ہیں جن کو خوب نعمتیں دی گئیں، اور ان ہی پر ان کے جسم پلے پڑھے۔ (الزہد لاحمد:۷۷، ابن ابی الدنیا:۹/۱، صحیحہ:۵۱۳/۴)

۳-عیش پرست قوم جلدی شکست کھاتی ہے اور فنا ہوجاتی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وإذا أردنا أن نهلك قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا﴾ (الاسراء:۱۶)

ترجمہ: اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کرلیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کچھ حکم دیتے ہیں، اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب) کی بات ثابت ہوجاتی ہے پھر ہم اسے تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔(احسن البیان:۶۷۹)

تباہ کن مہنگائی سے بچنے کے لیے تنعم پسندی سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل امور کو اپنانا بھی ضروری اور لازم ہے۔

۱-تقوی اور خوف الٰہی اختیار کرنا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذبوا فأخذناهم بما كانوا يكسبون﴾ (الاعراف:۹۶)

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔(احسن البیان:۴۱۵)

اورفرمایا: ﴿ولو أن أهل الكتاب آمنوا واتقوا لكفرنا عنهم سيئاتهم ولأدخلناهم جنات النعيم، ولو أنهم أقاموا التوراة والانجيل وما أنزل اليهم من ربهم لأكلوا من فوقهم ومن تحت أرجلهم منهم أمة مقتصدة وكثير منهم ساء ما يعملون﴾ (المائدۃ:۶۵-۶۶)

ترجمہ: اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت وآرام کی جنتوں میں لے جاتے، اور اگر یہ لوگ توراۃ اور انجیل ان کے رب نے جو کچھ ان کی طرف نازل فرمایا ہے، اس کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے روزیاں پاتے اور کھاتے، ایک جماعت تو ان میں درمیانہ روش کی ہے، باقی ان میں سے بہت سے لوگوں کے برے اعمال ہیں۔ (احسن البیان:۳۱۳-۳۱۴)

تقوی اور خوف الہی ہی فراوانی اور برکت کا باعث ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾ (الطلاق:۲،۳)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔ (احسن البیان:۱۳۱۴)

۲- اللہ سے خوب استغفار کرنا اور گریہ کرنا، رب العالمین فرماتا ہے: ﴿فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا ويمددكم بأموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم أنهارا﴾ (النوح:۱۰-۱۲)

ترجمہ: اور میں نے کہا اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو، وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب پانی برسائے گا، اور تمہیں مال واولاد سے خوب نوازے گا، تمہیں باغات دے گا، اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔ (احسن البیان:۱۳۴۵)

ابن الصبیح فرماتے ہیں: کسی آدمی نے حسن بصری سے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ سے گناہ معاف کرواؤ، کسی نے فاقہ کشی کا شکوہ کیا، اس سے بھی کہا: اللہ سے مغفرت طلب کرو، ایک شخص نے کہا: اللہ سے دعاء کیجئے کہ مجھے اولاد سے نوازے، اس سے بھی مغفرت طلب کرنے کو کہا، اور ایک شخص نے کہا: میرا باغ اب ہرا بھرا نہیں رہا، اس سے بھی کہا: اللہ سے بخشش طلب کرو، ابن الصبیح فرماتے ہیں: ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ ہر ایک کو صرف استغفار کی ترغیب دیتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: یہ من مانی نہیں ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فقلت استغفروا ......﴾ (تفسیر القرطبی:۱۸/۳۰۲)

۳- باہمی تعاون، زکاۃ کی ادائیگی اور صدقات وخیرات پر خاصی توجہ۔

زکاۃ باہمی تعاون کی ایک ایسی شکل ہے جو صرف مذہب اسلام کا خاصہ اور طرۂ امتیاز ہے، جن ضرورت مندوں کو محنت کرنے کی سکت ہو، زکاۃ ان کے لیے حوصلہ افزائی ہے، اور جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مزدوری اور محنت نہیں کر سکتے، زکاۃ ان کے لیے گذر بسر کا ذریعہ ہے، زکاۃ کی برکت سے معاشرہ فاقہ کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور حکومت کو بھی طاقت ملتی ہے، زکاۃ دلوں کو محبت کی ڈور سے جوڑنے کا کام کرتی ہے، اسی وجہ سے جہاں زکاۃ کا فقدان ہوا، وہیں مہنگائی کے اسباب پیدا ہوئے اور دلوں میں نفرت ودشمنی نے جگہ لے لی، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زکاۃ پر ابھارتے ہوئے فرمایا: "من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له"۔

ترجمہ: جس کے یہاں سواری میں گنجائش ہو وہ دوسروں کو سواری کا موقع دے، اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو وہ دوسروں کو کھلائے۔ (صحیح الجامع: ۶۴۹۷)

۴-قسمت پہ راضی ہونا: اس سے انسان کے اندر سے حرص جاتی رہتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وارض ما قسم الله لك تكن أغنى الناس"۔ یعنی تم جو قسمت پہ راضی ہو گئے تو سمجھو تم سے مالدار اور کوئی نہیں۔ (حسن: صحیح الترمذی: ۱۸۷۶)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تمہیں خبر ہے؟ مہینوں کا عرصہ گزر جاتا لیکن ہمارے چولہے نہیں جلتے، عروہ نے پوچھا: آپ لوگ پھر کیسے دن گزارتے تھے، کہا: کھجور اور پانی کے سہارے۔ (بخاری: ۶۴۵۹، مسلم: ۲۹۷۳)

ابوالبختری سعید طائی نے ابو کبشہ انماری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تین باتیں میں قسم کھا کے کہتا ہوں، اور ایک حدیث سناتا ہوں اسے یاد کر لینا، صدقہ سے کسی بندہ کا مال کم نہیں ہوتا، اور مظلوم اگر صبر وثبات سے کام لے تو اللہ اس کی عزت کو دو چند کر دیتا ہے، اور جو شخص ہاتھ پھیلانے کا عادی ہو جاتا ہے اللہ اس کے آگے فاقہ کشی کا دروازہ کھولتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک ایک حدیث بتاؤں گا اس کو دلوں میں راسخ کر لینا، دنیا میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

۱-ایک وہ ہوتا ہے جس کو اللہ نے علم ومعرفت اور مال ودولت سے نوازا ہو، اور وہ اللہ سے ڈرے، صلہ رحمی کرے اور حقوق الٰہیہ کا بھی خیال رکھے، اس کا درجہ بلند ترین ہے۔

۲-کسی کو اللہ علم تو دیتا ہے پر مال ودولت سے محروم رکھتا ہے، لیکن اس کی نیت نیک ہوتی ہے، وہ تمنا کرتا ہے اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی فلاں خیر کا کام کرتا، اس شخص کو اس کی نیک نیتی کا اجر دیا جاتا ہے۔

۳-کوئی مال ودولت کی خوشحالی تو پاتا ہے مگر علم کے چشموں کو ترستا رہ جاتا ہے، جہالت کی وجہ سے وہ دولت کی تاریکیوں میں کھو جاتا ہے، نہ خوف الٰہی ہوتا ہے، نہ صلہ رحمی کا جذبہ اور نہ ہی حقوق الٰہیہ کا پاس ولحاظ کرتا ہے۔

۴-کسی کو اللہ تعالی دونوں نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے، لیکن اس کے خیر کے جذبات سرد نہیں پڑتے، وہ تمنا کرتا رہتا ہے، کاش میرے پاس بھی دولت ہوتی تو میں بھی نیک اعمال کرتا، اس کو بھی نیک نیتی کا بدلہ پورا دیا جاتا ہے۔ (احمد ۴/۲۳۱ (۱۸۱۹۴)، ترمذی: ۲۳۲۵، صحیح، ابن ماجہ: ۴۲۲۸)

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے ہاتھ میں گوشت کا ایک تھیلا دیکھتے ہی پوچھا: یہ کیا ہے جابر؟ میں نے کہا: جی چاہا تو اسے میں نے خرید لیا، انہوں نے فرمایا: کیا جب بھی کسی چیز کی خواہش ہوگی اسے خرید لوگے؟ اس آیت سے ڈر نہیں لگتا: ﴿أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا﴾۔ (الآداب الشرعیۃ لابن مفلح ۳/۳۴۱)

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سالم بن عبداللہ کو اجازت دی کہ جو چاہو مانگو، دونوں کعبہ کے پاس تھے، سالم نے کہا: واللہ! مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ کے گھر میں غیر اللہ سے مانگوں، جب باہر چلے آئے تو کہا: اب مانگو، سالم نے کہا: دنیا کی مانگوں یا آخرت کی؟ کہا: دنیا کی مانگو، سالم نے کہا: جو دنیا کا مالک ہے، اس سے جب میں نے دنیا نہیں مانگی تو پھر ایسے شخص سے کیسے مانگوں جس کو دنیا کی ملکیت میں کوئی حصہ نہیں۔ (الوافی بالوفیات: ۱۵/۵۴)

۵-درمیانہ ڈگر اپنانا اور اسراف اور عیش پرستی سے دور رہنا:

ہمارے معاشرہ میں اسراف کی ایک قسم کھانے پینے میں دیکھنے کوملتی ہے،نوع بنوع کھانے اورضرورت سے زیادہ مقدار،بعض مسلم اطباء کانظریہ ہے کہ اللہ تعالی نے پورے علم الطب کوآدھی آیت کے اندرسمودیا ہے: ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين﴾ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ:خوب کھاؤاور پیومگرحد سے مت نکلو،ایسےلوگوں کواللہ پسندنہیں کرتا۔(احسن البیان)

نبی کریمﷺ نےفرمایا: "كلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا في غير اسراف ولا مخيلة"۔

کھاؤ،پیو،پہنواورصدقہ وخیرات کرومگرحدود میں رہ کراورتکبر سے بچ کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:جب بھی کچھ زیب تن کرنا چاہواور جوچاہو پہنوتو دو چیزوں سے دور رہنا:تجاوز نہ کرنااوراترانا نہیں۔(صحیح النسائی:۲۳۹۹)

کھانے پینے کے سلسلہ میں اسراف دوطرح کا ہوتا ہے:(۱) نوع بنوع مختلف کھانے ایک ساتھ کھانا (۲) حد سے زیادہ کھانا جس کے نتیجہ موٹاپا آتا ہے۔

نوع بنوع کھانوں کے استعمال کومتعدداحادیث میں مذموم قرار دیا گیا ہے،نبی کریمﷺ نے اپنی امت کوایسےلوگوں سے آگاہ کردیا ہے جن کی ساری مصروفیت شہوت پرستی اورشکم پروری میں لگتی ہے،یہ لوگ طرح طرح کے کھانوں میں اورمشروبات میں مست رہتے ہیں۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نےفرمایا: "سيكون رجال من أمتي يأكلون ألوان الطعام، ويشربون ألوان الشراب، ويلبسون ألوان اللباس، ويتشدقون في الكلام، فأولئك شرار أمتي"۔

ترجمہ:میری امت میں ایسےلوگ پیدا ہوں گے جوطرح طرح کے کھانے کھائیں گے،نوع بنوع مشروب پئیں گے،رنگا رنگ لباس زیب تن کریں گے،اوران کی بولی تکلف کانمونہ ہوا کرے گی،یہ لوگ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔(صحیح الترھیب والترغیب:۲/۲۳۲)

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ولا تبذر تبذيرا ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا﴾ (الاسراف:۲۶-۲۷)

ترجمہ:اوراسراف اوربیجاخرچ سے بچو،بیجاخرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اورشیطان اپنے رب کا بڑاہی ناشکرا ہے۔(احسن البیان:۶۸۱)

ایک مسلمان اگراپنے تقاریب میں اسراف وبیجاخرچ کرنے سے بازآجائے،توکم سے کم اپنے خاندان کوتو مہنگائی کی بلا سے بچاہی سکتا ہے،ایسے ہی ماتم وغم کی مجلسوں میں جودولت لٹاتا ہے،اگراس سے رک جائے توبڑی حدتک اس کا خاندان تو مہنگائی کی مصیبت سے بچ ہی جائے گا۔

۶-احتکاریاظالمانہ ذخیرہ اندوزی کے خلاف جنگ

احتکار کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کی شدید ضرورت کے سامانوں کو ذخیرہ کرنا کہ بازار میں ان کی مانگ بڑھ جائے اور نتیجہ میں ان کی قیمت کئی گنی ہوجائے، یہ عمل حرام ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا يحتكر الا خاطئي" ظالمانہ ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار وخطا کار ہی کرتا ہے۔(مسلم:۱۶۰۵)

علماء نے لکھا ہے کہ اس سے اس لیے روکا گیا تاکہ لوگوں کو ضرر نہ لاحق ہو، اور لوگ مشقت میں نہ پڑیں، جیسے اگر کسی شخص کے پاس کوئی سامان ہو اور لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور وہ سامان کہیں اور نہ ملے تو اس شخص کو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ (دیکھئے: مسلم مع النووی: ۳۴۶/۵)

یہیں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس بڑھتی مہنگائی میں تاجروں اور صنعت کاروں کی اسلام مخالف حرکتوں کا بڑا کردار ہے، ان کے یہاں ظالمانہ ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دھڑی، ملاوٹ اور ان جیسی قبیح ترین اقتصادی برائیوں کا ڈھیر ہے، جن سے اسلام نے بڑی سختی سے روکا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من احتكر طعاما أربعين ليلة فقد برئ من الله تعالى وبرئ الله تعالى منه، وأيما أهل عرصة أصبح فيهم امرؤ جائع فقد برئت منهم ذمة الله تعالى"۔

ترجمہ: جس نے چالیس دن تک کھانے کے ضروری سامان کو ظالمانہ ذخیرہ کرکے رکھا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، اور جس قبیلہ میں کوئی شخص بھوکا رہ جائے وہاں کے لوگوں سے اللہ بری ہے۔(احمد ۳۳/۲۱، ۴۸۸۰)

لہذا اگر مہنگائی کو روکنا ہے تو سب سے پہلے ''احتکار'' اور اس کی تمام شکلوں کو ختم کرنا ہوگا، اور ان مادہ پرست تاجروں کی خبر لینی ہوگی جو تجارتی سامانوں کو ذخیرہ اندوز کرکے اپنی جیب بھرنا چاہتے ہیں، اور ان مصالح عامہ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

۷- مہنگائی سے نمٹنے کے لیے ایک انمول تدبیر

بعض آثار میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گوشت بڑا مہنگا ہوگیا، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ گوشت کی قیمت متعین کردی جائے، مگر امیر المومنین نے مشورہ دیا کہ تم لوگ خود ہی اس کی قیمت کم کرلو، لوگوں نے کہا: کیسی بات کررہے ہیں، قیمت تو گوشت فروشوں نے بڑھائی ہے، ہم لوگ اسے کیسے کم کرسکتے ہیں، تو انہوں نے حکم دیا کہ اس معاملہ کو ان گوشت فروشوں ہی کے حوالہ کردو۔

لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرا نسخہ عطا کیا ہے، جس کو اپنا کر ہم مہنگائی سے نمٹ سکتے ہیں، زرین بن اعرج مولی آل عباس فرماتے ہیں کہ مکہ میں کشمش مہنگی ہوگئی، علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے، ہم نے انہیں خطوط کے ذریعہ سے اس کی اطلاع دی، تو انہوں نے ہمیں یہ تدبیر بتائی کہ کشمش کے بدلے کھجور کا استعمال کرو، کیونکہ حجاز میں اس وقت کھجور کی فراوانی تھی اور بڑی معمولی قیمت پر میسر تھی، یوں دھیرے دھیرے کشمش خود بخود دستی ہوجائے گی اور اگر سستی نہ بھی ہو تو کھجور نعم البدل ہے۔

اے الہ! مہنگائی کی بلا جلدی ختم کردے، ہمیں حلال روزی عطا کر اور اس میں برکت دے اور ہمیں کفایت شعار بنادے۔ انك ولي التوفيق۔

☆☆☆

اخبار جامعہ

محترم صدر جامعہ کا کامیاب آپریشن:

محترم صدر جامعہ سلفیہ ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب جو آنکھ کے ایک عارضہ میں مبتلا تھے بسلسلۂ علاج ۸/ مارچ ۲۰۱۱ء چنئی کے لیے روانہ ہوئے اور الحمد للہ وہاں آپ کی آنکھ کا کامیاب آپریشن کیا گیا اور ۲۱/ مارچ کو بصحت و عافیت بنارس لوٹ آئے، اس سفر میں آپ کو اہلیہ اور دو دامادوں کی مرافقت حاصل رہی، نیز دوران سفر چنئی کے اعیان جماعت سے آپ نے ملاقات کی اور ان کا بے لوث تعاون بھی آپ کو حاصل رہا، چنئی میں آپ کا دعوتی پروگرام بھی منعقد کیا گیا۔

تعلیم کے اوقات میں تبدیلی:

جامعہ سلفیہ میں موسم کی تبدیلی کی وجہ سے سابقہ معمول کے مطابق تعلیم کے اوقات میں قدرے تبدیلی کر دی جائے گی، اب تعلیم صبح ۶:۴۵ سے شروع ہو کر ۱۲:۴۰ پر ختم ہوگی۔

ہفتہ واری تقریری انجمن اختتام پذیر:

طلباء جامعہ کی مشق کے لیے ہر ہفتہ جمعرات کو منعقد ہونے والی انجمن اپنے اختتام کو پہنچی، پورے تعلیمی سال میں اس انجمن کی ۱۶/ نشستیں منعقد ہوتی ہیں اور اس کے بعد سالانہ انعامی مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں، انعامی مقابلے کے لیے عناوین اور تاریخوں کا اعلان کر دیا گیا ہے اور پہلی نشست ۳۱/ مارچ کو منعقد ہوگی۔

کینٹین دوبارہ کھولی گئی:

جامعہ کے طلباء، اساتذہ اور اسٹاف کے لیے جو کینٹین کھولی گئی تھی، بعض عوارض کی بنا پر اسے بند کر دیا گیا تھا، اب اسے دوبارہ کھول دیا گیا، امید ہے کہ اس کا کھلنا راحت کا باعث ہوگا اور روزمرہ کی ضروریات اس سے پوری ہوں گی۔

اہل قلم حضرات توجہ فرمائیں

استاد محترم ’’ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری: حیات وخدمات‘‘ کے عنوان سے ماہنامہ محدث بنارس کا خصوصی شمارہ ترتیب کے آخری مرحلہ میں ہے، اس لیے اہل قلم حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اس شمارہ کے لیے اپنا مضمون قریبی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ یہ شمارہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے شایان شان شائع کیا جاسکے۔ (ادارہ)

عالم اسلام

☆ جاپان میں ہولناک زلزلہ:

۱۱/ مارچ کو جاپان میں بدترین زلزلہ اور سنامی کے باعث ہونے والی اموات کی تعداد ۲۴/ ہزار سے زائد پہنچنے کے امکانات ہیں، چار ٹرینیں اب تک لاپتہ ہیں، تقریبا تین لاکھ افراد بے گھر ہو چکے ہیں، لاکھوں افراد بجلی اور پانی سے محروم ہیں، جاپان میٹرو لوجیکل ایجنسی نے بتایا ہے کہ زلزلہ کی شدت ریختر اسکیل پر 8.9 تھی، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس تباہ کن زلزلے کی تفاصیل سامنے آتی جارہی ہیں۔ (ٹائمز آف انڈیا: ۱۱/ مارچ ۲۰۱۱ء)

☆ امریکی مسلمان پارلیمنٹ برائے مذاہب عالم کے صدر:

پارلیمنٹ برائے مذاہب عالم کی انتخابی مجلس نے اپنی سوسالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسلمان کو پارلیمنٹ کے صدر کی حیثیت سے منتخب کیا ہے، منتخب صدر امام مجاہد کا تعلق شیکا گو سے ہے، ان کا انتخاب آسٹریلیا کے شہر ملبورن میں منعقد کئے جانے والے حالیہ پارلیمانی اجلاس میں عمل میں لایا گیا، امام مجاہد آئندہ پانچ سال تک اس پارلیمنٹ کے صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دیں گے، واضح رہے کہ اس پارلیمنٹ میں دنیا کے دوسوبیس مذاہب وادیان کے نمائندے رکن کی حیثیت سے شامل ہیں، جس کا مقصد دنیا کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مشترکہ اقدام ومفاہیم کی بنیاد پر قربت کی راہیں تلاش کرنا ہے۔ (صراط مستقیم، برطانیہ)

☆ کیرالہ میں ملک کی سب سے بڑی مسجد کی تعمیر:

کیرالہ میں کوزی کوڈ کے قریب بارہ ایکڑ آراضی پر ہندوستان کی سب سے بڑی مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے، جس پر تقریبا چالیس کروڑ روپئے کے اخراجات کا تخمینہ ہے، مجوزہ مسجد میں بیک وقت پچیس ہزار مصلیان نماز ادا کرسکیں گے، نیز یہ عظیم الشان مسجد مغلیہ طرز تعمیر کے نمونہ پر تعمیر ہوگی۔

نماز ہال کے علاوہ کامپلیکس میں سیمینار کے انعقاد کے لیے ایک آڈیٹوریم، وسیع لائبریری اور بیک وقت ایک ہزار سے زائد افراد کے بیٹھنے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ (افکار ملی، مارچ ۲۰۱۱ء)

☆ عرب کو اپنی راہ خود تلاش کرنے دو:

IBN-7 ٹیلی ویژن نیوز چینل کے مینیجنگ ایڈیٹر آشوتوش عرب ممالک میں پیدا شدہ صورت حال پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج کے عرب میں آئے سیاسی زلزلے کو اس روشنی میں دیکھنا ہوگا کہ مغرب کو عالم عرب میں مداخلت کرنے کی عادت سے باز رہنا ہوگا کہ اسلام کی طرف جانے کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ یہ ممالک القاعدہ یا طالبان کا راستہ اپنانا چاہتے ہیں، تیونیسیا ہو یا پھر مصر، لیبیا ہو یا پھر بحرین کہیں سے اب تک یہ اشارہ نہیں ملا کہ یہ لوگ طالبان جیسی بربریت کے قائل ہیں، عرب ممالک جمہوریت کی وہ لڑائی لڑ رہے ہیں جو کبھی فرانس نے لڑی، امریکہ نے لڑی اور دنیا کو نئی راہ دکھائی، یہ نئی راہ اگر اسلام کے راستے سے نکلتی ہے تو اسے غلط نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ (ہندوستان ۱۲/ مارچ ۲۰۱۱ء)

☆☆☆

باب الفتاوی

(۱) دوران نماز بعض حضرات کپڑے کو درست کرتے رہتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا شرعا درست ہے؟
(۲) اگر کسی شخص کو سلسل البول (پیشاب کا قطرہ خارج ہوتے رہنا) کی بیماری ہوتو وہ کس طرح سے نماز ادا کرے؟ واضح فرمائیں۔
(۳) بعض حضرات جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے کے صفوں میں آ کر بیٹھتے ہیں، اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟
(۴) جن کپڑوں کو پہن کر مباشرت کی گئی ہے کیا ان کپڑوں میں نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنہ الصدق والصواب:

(۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نماز کا مکمل طور پر اجر وثواب اسی وقت ملے گا جب اس کے اندر خشوع وخضوع پایا جائے، دوران نماز ہر اس عمل سے پرہیز ضروری طور پر کیا جائے جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو، بحالت نماز قمیص کی آستین چڑھانا اتارنا، اپنی ٹوپی کو درست کرتے رہنا، بالوں کو درست کرنا، یا اپنے کرتے کے دامن کو سکڑن وشکن سے بچانے کے لیے قعدہ وتشہد کے وقت اگر دب گیا ہے تو نکال کر درست کرنا، یہ تمام کام نماز کے منافی ہیں، امام المحدثین امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة، وأشار بيده على أنفه – واليدين والركبتين وأطراف القدمين، ولا نكفِتَ الثياب والشعر۔" (صحیح بخاری مع الفتح ۲/۲۹۷، کتاب الاذان، باب السجو دعلی الانف، باب ۱۳۴، ح: ۸۱۲) یعنی مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے) کہ نماز میں نہ بالوں کا جوڑا بناؤ اور نہ کپڑوں کو اکٹھا کرو، اس معنی ومفہوم کی اور بھی کئی احادیث بخاری شریف مع الفتح، کتاب الاذان باب: ۱۳۷، ۱۳۸ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اس لیے ہر مصلی ونمازی شخص پر ضروری ہے کہ جب نماز ادا کر رہے ہوں تو ساری توجہ اور دھیان اس اہم عبادت پر ہونا چاہئے، اور ان تمام حرکات وسکنات سے اجتناب کرنا چاہئے جن کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ بے خیالی میں یہ عمل عمل کثیر ہو کر ہماری نماز ہی کو باطل کردے، اللہ تعالی ہمیں خشوع وخضوع اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق دے، آمین۔

(۲) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر کسی کو سلسل البول کی بیماری ہے، یعنی مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہوں تو ہر نماز کے لیے وضوء کر کے نماز پڑھ لے، ہر نماز کے لیے وضوء کرنا اس کی طہارت ہے، لہذا وہ نماز بھی پڑھ سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر نماز پڑھا بھی سکتا ہے، یعنی امامت کر سکتا ہے، اس کی نظیر شریعت اسلامیہ میں استحاضہ والی عورت کی ہے، جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے استحاضہ کی حالت میں تھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب حیض کا خون ہو جو سیاہ ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا خون ہو تو وضو کرو اور نماز ادا کرو، وہ تو ایک رگ ہے''۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب اذا اقبلت الحیض تدع الصلاۃ (۲۸۶، سنن نسائی، کتاب الحیض والاستحاضۃ (۳۵۹)

تو جس طرح مستحاضہ عورت کو خون آتا رہتا ہے تو اس حالت میں اسے حکم ہے کہ وہ وضوء کر کے نماز پڑھ لے، کیونکہ وضوء اس کی طہارت ہے، اسی طرح سلسل البول کا مریض شخص بھی جب نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے وضوء کرے، یہ اس کی طہارت ہے اور نماز ادا کرے، اسے ترک نہ کرے واللہ اعلم۔

(۳) جمعہ اور جمعہ کے دن جلد مسجد میں آنے اور اطمینان کے ساتھ خطبہ سننے کی بڑی فضیلت شریعت کے اندر موجود ہے، شریعت مطہرہ نے مسجد میں آنے اور بیٹھنے کے طریقے کو بھی بتلا دیا ہے، اس سلسلہ میں وارد احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے تشریف لائیں تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، اگر آگے جگہ حاصل کرنا مقصود ہو تو جلدی مسجد میں تشریف لائیں، تاکہ اگلی صف میں جگہ مل جائے اور پہلے آنے کا ثواب بھی حاصل ہو، حضرت عبداللہ بن بسرؓ بیان کرتے ہیں:

''جمعہ کے دن رسول اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے آنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے لوگوں کو ایذاء وتکلیف پہنچائی ہے اور (آنے میں) دیر کی ہے''۔ (سنن نسائی، کتاب الجمعۃ: باب النہی عن تخطی رقاب الناس (۱۳۹۸)

معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن مسجد میں جلد آنے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ ثواب بھی زیادہ ملے اور اطمینان وسکون کے ساتھ خطبہ بھی سننے کا موقع ملے، لیکن اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے تاخیر سے پہنچے تو چاہئے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ ایسا کرنا شریعت میں ممنوع ہے، بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے اور پہلے آنے والے حضرات کو بھی چاہئے کہ وہ مسجد کے اگلے حصے کو پر کرتے ہوئے بیٹھتے جائیں، تاخیر سے آنے والوں کے لیے آگے جگہ نہ چھوڑیں۔

اللہ رب العالمین ہمیں قرآن وحدیث کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

(۴) قرآن وسنت کی روشنی سے انسان اپنی بیوی سے جن کپڑوں میں صحبت ومباشرت کی ہے، اگر ان میں پلیدی وگندگی نہیں لگی ہے تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، اور اگر کپڑے میں نہیں لگی ہو تو تری کی صورت میں اس کو دھلنا ضروری ہے، ایسی صورت میں بغیر دھلے اس کپڑے میں نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا، ہاں دھونے کی بعد بھی اگر کپڑے میں نشان دکھائی دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر منی خشک ہو تو اس کا کھرچ دینا ہی کافی ہوگا، اس سلسلہ میں کئی احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

۱-حضرت امیر معاویہ ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: "سألت أم حبيبة زوج النبي ﷺ هل كان رسول الله ﷺ يصلي في الثوب الذي يجامعها فيه؟ فقالت نعم إذا لم ير فيه أذى"۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۵، سنن ابی داود، الطہارۃ، باب الصلاۃ فی الثوب الذی یصیب أھلہ فیہ ح: ۳۶۶، ابن ماجہ: ۱۹۲/۱، مسند احمد ۳۲۵/۶، بیہقی: ۴۱۰/۲)

یعنی میں نے ام حبیبہ ؓ جو نبی کریم ﷺ کی بیوی تھیں سے پوچھا: ''کیا رسول اللہ ﷺ جس کپڑے میں مجامعت کرتے تھے، اس میں نماز پڑھ لیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ''ہاں! جب اس میں گندگی نہ دیکھتے''۔

۲-حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں: "كنت أغسله من ثوب رسول الله ﷺ ثم يخرج الى الصلاة وأثر الغسل فيه بقع الماء" (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب اذا غسل الجنابۃ أو غیرھا فلم یذھب اثرہ: ۲۳۱، ابن ماجہ: ۵۳۶) یعنی میں اسے (منی کے اثرات کو) نبی کریم ﷺ کے کپڑے سے دھوتی تھی، پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور کپڑے میں دھونے کے نشانات دکھائی دیتے۔

۳-ایک اور حدیث جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ ہی سے مروی ہے، آپ ؓ فرماتی ہیں:

"كنت أفرك المنى من ثوب رسول الله ﷺ فيصلى فيه"۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب المنی یصیب الثوب ح ۳۷۲، نسائی ۱۵۶/۱) یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھی، پھر آپ ﷺ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

ان تینوں احادیث صحیحہ اور اس معنی ومفہوم کی دیگر متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جس کپڑے میں اپنی بیوی سے مباشرت ومجامعت کرے، وہی کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے، اگر اس میں منی وغیرہ لگی ہو تو اسے دھو ڈالے یا کھرچ ڈالے، دھونے یا کھرچنے کے بعد اگر اس کے نشانات باقی رہ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حالت جنابت میں لباس پہننے سے کپڑے پلید نہیں ہوتے۔

اللہ رب العالمین ہمیں قرآن وحدیث کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

ابوعفان نور الہدی عین الحق سلفی مالدہی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆